JUNE 2011

206

Regd. # SC-1177

رِسالَۃٌ فِی بَیانِ الوَضعِ وَالاِرسالِ فِی حالَۃِ الطَّوافِ

حالتِ طواف میں ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے کا حکم

تصنیف

مُلّا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی

المتوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ تخریج وحواشی

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

جمعیت اِشاعت اہلسنت پاکستان

جَمعیّت اِشاعتِ اہلِسُنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

رِسَالَةٌ فِیْ

بَیانِ الوَضْعِ وَ الْاِرْسَالِ فِی حَالَةِ الطَّوافِ

حالتِ طواف میں ہاتھ چھوڑنے اور باندھنے کا حکم

مؤلّف

مُلّا علی قاری حنفی

(ت ۱۰۱۴ھ)

ترجمہ، تخریج، تحشیہ، مع احوال علماء وکتب

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

رئیس دار الافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نام کتاب : حالتِ طواف میں ہاتھ چھوڑنے اور باندھنے کا حکم

مؤلف : ملا علی قاری

ترجمہ، تخریج، تحشیہ : مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : رجب المرجب ۱۴۳۲ھ / جون ۲۰۱۱ء

تعدادِ اشاعت : ۳۵۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

پیش لفظ

حج اسلام کے ارکان میں سے ایک عظیم رُکن ہے اور مناسکِ حج قرآن وحدیث پھر حضور سرورِ کائنات ﷺ کے مبارک عمل سے اُمت کو ملے، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیگر لوگوں کو مناسکِ حج تعلیم فرمائی اور اُن میں سے حج کے کچھ اعمال وہ ہیں کہ جن کے بارے میں صریح قول نہ قرآن کریم سے اور نہ احادیث نبویہ سے اور نہ ہی صحابہ کرام سے مروی ہے مگر قرناً بعد قرنٍ، زمانہ بہ زمانہ، نسل در نسل عمل کے ذریعے وہ عمل ہم تک پہنچا، اُن میں سے حالتِ طواف میں ہاتھ چھوڑ کر چلنا ہے نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات پھر حضرات صحابہ کرام سے لے کر آج تک اُمت اس پر عمل پیرا رہی اگر کسی نے اس عمل کا خلاف بھی کیا ہو یا لکھا ہو تو وہ اُمت میں معروف نہ ہو سکا اور نہ ہی لوگ اُس پر عمل پیرا ہوئے، لہٰذا اگر کہا جائے کہ حالتِ طواف میں ہاتھ چھوڑ کر چلنا ہر زمانے میں اتنے لوگوں نے اپنے عمل کے ذریعے اسے بیان کیا ہے کہ اُن کا جھوٹ اور غلط پر متفق ہونا بظاہر محال ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ طواف نماز کی مثل ہے، جس طرح نماز میں بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتا ہے اسی طرح طواف میں بھی بندہ اپنے پروردگار کے حضور حاضر ہوتا ہے تو نماز میں ادب یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا جائے تو طواف میں بھی یہی ادب ہونا چاہئے کیونکہ طواف مثلِ نماز ہے اس اعتراض کا رسالہ میں کافی شافی جواب دیا گیا ہے مزید یہ ہے کہ کیا ادب ہے اور کیا ادب نہیں ہے یہ حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی ادب کرنے والا نہیں ہے اگر ادب یہی ہوتا تو حضور ﷺ نے ضرور طواف میں ہاتھ باندھے ہوتے

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

اور صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو دیکھ کر اس پر عمل کیا ہوتا پھر تابعین صحابہ کو دیکھ کر اس پر عمل کرتے اس طرح یہ عمل ہم تک پہنچ جاتا اور پھر اس کا خلاف کرنے والوں کو نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام، تابعین عظام علیہم الرضوان کی طرف سے ضرور رد کا گیا ہوتا اور اس منع کی روایت بھی کسی کتاب میں مذکور ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے تو ماننا پڑے گا طواف میں ادب یہی ہے ہاتھ باندھنے کے بجائے ہاتھ چھوڑے جائیں۔

مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ کا یہ رسالہ ''حاشیہ ارشاد السّاری إلی مناسك الملا علی القاری'' میں مذکور تھا اور عربی میں تو تقریباً دو صفحات پر مشتمل تھا جب مفتی صاحب قبلہ نے ترجمہ کیا تو ترجمہ کے تین صفحات بنے اور اس پر حضرت نے تخریج و تشریح اور احوالِ مصنّفین و کُتب سب لکھے تو یہ کئی صفحات کو پہنچ گیا۔

جیسا کہ پچھلے ماہ ہمارے ادارے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان نے دوسرے روز رمی کے حکم میں علامہ آخوند جان حنفی کا رسالہ ترجمہ، تخریج وحواشی و احوال کُتب و مصنّفین کے ساتھ پیش کیا، اِس ماہ ادارہ اِس رسالہ کو اپنی سلسلہ اشاعت نمبر دوسو چھ (۲۰۶) پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔

اُمید ہے کہ حضرت کا یہ کام بھی عوام وخواص کے لئے نافع اور ان میں مقبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی و معاونین اور دیگر اراکینِ ادارہ کی اِس سعی کو اپنی بارگاہ میں اپنے حبیب کے طفیل قبول فرمائے۔ آمین۔

محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

احوالِ مصنّف

امام نور الدین ابو الحسن بن علی بن سلطان محمد قاری ہروی مکی حنفی جو ''مُلّا علی القاری'' کے نام سے معروف ہیں۔

اور مُلّا عجم میں بڑے عالم کو کہتے ہیں اور قاری کے لقب سے اس لئے مشہور ہوئے کہ آپ علم القرأت کے بہت بڑے ماہر عالم تھے، ہروی اس لئے کہلائے کہ آپ ''ہرات'' میں پیدا ہوئے، وہیں قرآن کریم حفظ کیا، تجوید اور علم القرأت علامہ معین الدین بن حافظ زین الدین سے حاصل کیا اور پھر اپنے زمانے میں اپنے شہر کے شیوخ سے علوم حاصل کئے اور جب اسماعیل بن حیدر صفوی جو ''شاہ اسماعیل'' کے نام سے معروف تھا اور صفویہ رافضیہ کا پہلا بادشاہ تھا اس نے ہرات پر تسلّط حاصل کیا اور مسلمان ظلماً قتل کئے جانے لگے تو علماء کی ایک بڑی جماعت نے وہاں سے ہجرت کی جن میں مُلّا علی قاری بھی تھے، مؤرخین نے آپ کی پیدائش کا سال ذکر نہیں کیا، یہ ضرور لکھا ہے کہ آپ ۹۵۲ھ کے بعد مکہ مکرمہ آئے۔

ملاّ علی قاری علم کا بے حد ذوق رکھتے تھے، کہتے ہیں آپ کو جب بھی دیکھا گیا تو آپ کے پاس یا تو کوئی کتاب ہوتی یا کسی عالم کے سامنے بیٹھے ہوتے، اس طرح آپ نے مسجد حرام کے علماء کی صحبت کو لازم کر لیا۔ مُلّا علی قاری نے بے شمار علماء سے اکتسابِ علم کیا جن میں علامہ معین الدین، امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی سعدی انصاری شافعی، مصری، مکی (ت ۹۷۳ھ)، صاحب ''کنز العمال'' فقیہ محدّث شیخ علاؤ الدین بن حسام الدین عبد الملک بن قاضیخان قرشی ہندی ثم المدنی ثم المکی (ت ۹۷۵ھ)، فقیہ محدّث قاضی مُلّا عبد اللہ بن

سعد الدین عمری سندھی ثم مکی حنفی (ت ۹۸۴ھ)، قطب الدین محمد بن علاؤ الدین احمد بن محمد نہراوانی ہندی ثم مکی حنفی، فقیہ سنان الدین یوسف بن عبد اللہ اماسی رومی حنفی (ت ۱۰۰۰ھ) وغیرہم شامل ہیں۔

اور آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے کیونکہ آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، محدّث، فقیہ اور قاری تھے اور آپ کے نامور تلامذہ میں امام و خطیب حرم مکی مفتی شیخ محی الدین عبد القادر بن محمد بن یحییٰ طبری شافعی مکی (ت ۱۰۳۳ھ)، فقیہ قاضی عبد الرحمٰن بن عیسیٰ بن مرشد عمری مرشدی مکی حنفی (ت ۱۰۳۷ھ)، شیخ محمد ابو عبد اللہ (ت ۱۰۶۱ھ)، جن کا لقب عبد العظیم مکی حنفی تھا اور سید معظم الحسینی بلخی وغیرہم شامل ہیں۔

علم و عرفان کا یہ آفتاب شوال المکرم ۱۰۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں غروب ہو گیا، اور انہیں جنت المعلیٰ میں دفن کیا گیا، کہتے ہیں کہ جب آپ کے وصال کی خبر مصر پہنچی تو ازہر میں چار ہزار سے زائد مجمع میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

مُلّا علی قاری کا شمار گیارھویں صدی ہجری کے محققین، مدققین علماء میں ہوتا ہے اس میں کوئی غلو نہیں ہے کہ آپ فقیہ، اُصولی، مفسّر، مُقری، متکلّم، محدّث، لغوی اور نحوی تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کی ذہانت، عقلِ راجح، صبر علی التّدقیق، قدرت علی التألیف عطا فرمائی تھی۔

اور بعض علماء نے آپ کے پوتے سے مکہ مکرمہ میں سنا کہ "ہمارے دادا کی تین سو تالیفات ہیں، وہ آپ نے اپنی اولاد پر وقف کر دیں اور شرط یہ رکھی کہ اُن کی نقل لینے سے منع نہ کیا جائے"۔ (دیکھئے مرقات، ترجمۃ الإمام المُلاّ علی القاری، ۱/۳۳)

رِسالةٌ فِی بَیانِ الوَضْعِ وَ الْإِرسَالِ فِی حَالةِ الطَّوافِ

للملاّ علی القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے جس نے کتاب غیر ذی عِوَج کو اُتارا، اور ایسے طریقے پر رسول بھیجے کہ جس میں کوئی حرج نہیں، اور درود و سلام ہوں، اُس پر کہ جس نے حجتوں کو بیان فرمایا اور حج کا طریقہ اور تمام سیدھے راستے معیّن فرمائے اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر جو طلبِ رضا کے لئے راہِ ہدایت کی ہر نوع پر چلنے میں آپ کے پیروکار ہیں۔

حمد و صلاۃ کے بعد پس اپنے ربّ کی رحمت کا اُمیدوار علی بن سلطان محمد الھروی القاری عرض کرتا ہے کہ مجھ سے دورانِ طواف سینے پر ہاتھ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو میں (علی قاری) کہتا ہوں کہ جائز نہیں ہے حتی کہ ضعیف مذہب میں (بھی) اُس کے لئے کہ جس کی آنکھ کے لئے اللہ تعالیٰ نے وصفِ انکشاف کا ارادہ فرمایا، یہاں تک کہ مجھ سے میرے کچھ بھائیوں، میرے بعض معزز ساتھیوں نے اِس مطلب کے منع پر نقل صریح یا دلیل صحیح کا مطالبہ کیا اس لئے کہ ہمارے بعض علماء سے مروی ہے ہمارے فضلاء کے نزدیک معتبر یہ ہے کہ حنفی مذہب میں یہ وضع (یعنی دورانِ طواف سینہ پر ہاتھ رکھنا) مستحب ہونی چاہیے۔

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

تو میں (علی قاری) اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے عرض کرتا ہوں کہ جس کے قبضۂ قدرت میں تحقیق کی باگیں ہیں، بے شک اشیاء ممکنہ میں اصل عدم ہے(۱) اور

۱۔ شی موجود کو کہتے ہیں جیسا کہ "شرح بدء الأمالي" (ص ۱٤٥) میں ہے، اس لئے مصنف نے اشیاء ممکنہ کہا اور ان میں اصل عدم ہے کہ حادث ہیں اور یہاں ایک اور قاعدہ ہے قاری کے فائدے کے لئے جسے ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ صدر الشریعہ لکھتے ہیں: اَلْاَصْلُ فِی الْاَشْیَاءِ الْاِبَاحَۃُ، یعنی ہر چیز اصل میں مباح و جائز ہے۔ یہ اصل حضرت امام شافعی اور احناف میں حضرت امام کرخی کے نزدیک ہے۔ (الأشباه والنظائر، الفنّ الأول، القواعد الكلّية، النّوع الأول، القاعدة الثّالثة، ص ٦٦) متأخرین احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان بھی اس کو سند لائے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾(البقرہ: ۲۹/۲)

لہٰذا ہر چیز مباح اور جائز ہے جب تک اُس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو صاحبِ "ہدایہ" علیہ الرحمۃ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل: وعلى المبتوبة إلخ، تحت قوله: وليس في عدّة إلخ، ۱۔۲/۳۲۰۔ أيضاً الأشباه والنّظائر، الفنّ الأول: القواعد الكلّية، النّوع الأوّل، القاعدة الثّالثة، ص٦٦)

حدیث شریف میں ہے: "اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ" (سُنَن ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الجبن والسّمن، برقم: ٣٣٦٧، ٤/٦٢) "حلال وہ ہے جو اللہ عزّ وجلّ نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جو اللہ عزّ وجلّ نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جن چیزوں سے سکوت اختیار فرمایا وہ معاف ہیں اور مباح"۔

لہٰذا ہر وہ چیز جس سے اللہ عزّ وجلّ نے سکوت اختیار فرمایا وہ جائز و مباح ہے اگر اسے کوئی شخص ناجائز یا حرام یا گناہ کہے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل شرعی لائے کیونکہ مسکوت عنہا (جس سے سکوت کیا گیا) کو مباح و جائز کہنے کیلئے یہ حدیث ہی کافی ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت اس مفہوم کو ثابت کرنے والی اوپر بیان ہوچکی ہے دوسری آیت جس سے یہ مفہوم اور زیادہ وضاحت سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے۔

صرف نعمتِ قِدم کے ساتھ کرم اور جُود والے کے وُجود کے وُجوب کو ثابت کرنے کی

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (المائدة: ٥/١٠١)

"اے ایمان والو تم ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کا حکم نازل نہیں کیا گیا کہ اگر اُن کا حکم ظاہر کردیا جائے تو تمہیں تکلیف پہنچے"۔

اِسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرعی احکام میں کثرتِ سوال سے منع فرمایا کہ اس سے شریعت کے احکام کے سخت ہونے کا اندیشہ ہے اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ عفو میں داخل ہیں۔ اگر ان کی ممانعت یا فرضیت کا حکم نازل ہوگیا تو تمہیں تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ آیت مذکورہ ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ کی رُو سے جائز و مباح ہیں۔ ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ "اور یہ اللہ عزّ وجلّ کی بیان کردہ حدود ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو" لہٰذا جو اِن مسکوت عنہا کو ناجائز یا حرام یا بدعت سیئہ یا فرض یا واجب کہے وہ قرآن یا حدیث یا قواعد فقہیہ سے دلیل لائے ورنہ یہ اللہ عزّ وجلّ کی بیان کردہ حدود سے آگے بڑھنا ہے اور اللہ عزّ وجلّ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شریعت کاملہ پر افتراء ہوگا۔ جس کی قرآن میں شدید مذمّت آئی ہے اور سخت ممانعت و تہدید کی گئی ہے لہٰذا میت کو ایصالِ ثواب کیلئے تعیّنِ وقت کے ساتھ قرآن خوانی یا سوا لاکھ بار کلمہ شریف پڑھنا یا پڑھوانا فاتحہ و درود، انعقادِ محافلِ میلاد شریف اور صلوٰۃ وسلام اور بیعت و ارادت وغیرہا کے عدم جواز و بدعت کے قائلین کو قرآن یا احادیث یا اقوال صحابہ یا اقل درجہ میں قواعد فقہیہ سے ان کے عدم جواز پر دلیل لانا چاہئے۔ بلا دلیل شرعی ان کے عدم جواز کا قول اللہ عزّ وجلّ اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یہ امر بھی ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول و فعل اور صحابہ کرام کا قول و فعل تو حجت شرعیہ ہے مگر ان کا عدم قول اور عدم فعل، عدم جواز کے لئے حجت شرعیہ نہیں وہ اسی قاعدہ کے مطابق جائز و مباح ہے کہ "اَلْاَصْلُ فِی الْاَشْیَاءِ الْاِبَاحَۃُ" بلکہ امر مُباح بہ نیت خیر باعث اجر و ثواب ہے اور مستحسن کہ "اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" حدیث صحیح ہے بلکہ وہ تمام اُمور مُباح جن سے دین کی ترقی یا تعلیمات اسلام کی اشاعت اور شریعت کا تحفظ ہوتا ہے سب مستحسن ہیں (بہار شریعت، قاعدہ نمبر ۱۰، ۳/۱۹/۱۰۷۱، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

ضرورت ہے تا کہ غیر متناہی کی طرف نسبت لازم نہ آئے، تو اشیاء کی معرفت ضروری ہے جیسا کہ وہ اپنے محل میں جو اس کے مناسب ہے ثابت ہے۔

پھر بحث و جدَل کے آداب سے ہے جیسا کہ اربابِ نحل و ملل اسی پر ہیں، بے شک مانع اثبات کا محتاج نہیں ہے بلکہ مُثبِت نقل کا محتاج ہے (۲) بشرطیکہ معاملہ نقلیات سے ہو، ثقہ کی ثقہ سے نقل کے بعد نسبت کے علاقے کا قطعی ہونا اربابِ عُقول کے ہاں غیر معتبر ہے جیسا کہ یہ اُصول میں مُصرّح ہے کیونکہ یہ متواتر کے شُروط سے ہے چہ جائیکہ آحاد سے ہو کہ ایک محسوس تک منتہی ہو، تا کہ اعتماد کی صلاحیت رکھے اور اس پر اعتقاد مبنی ہو۔

پس جب تو نے یہ پہچان لیا تو یہاں تیرے لئے کوئی شبہ نہ رہا، پس میں (علی قاری) کہتا ہوں میرے لئے سندِ منع سے وہ ہے جو حدِّ جمع کو پہنچا۔

اُن میں سے ایک یہ کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام سے فرمایا (۳):......

۲۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ مُطّلع علم غیب ہیں تو سائل اس پر منع وارد کرتا ہوا کہے گا اس پر دلیل دو مدعیٰ دلیل کے لئے ﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء: ١٧٩/٤، ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے، ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے) پیش کرے گا۔ (اظہر یہ شرح رشیدیہ، منع کی تعریف، ص ۴۸۹)

۳۔ حضور ﷺ نے فرمایا "مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو شاید اس سال کے بعد میری تمہاری ملاقات نہ ہو"۔

نبی کریم ﷺ نے حج دس ہجری میں فرمایا اسے "حجۃ الوداع"، "حجۃ الاسلام" اور "حجۃ البلاغ" اور "حجۃ التمام والکمال" کہتے ہیں اسی طرح "بذل القوّۃ فی حوادث سنی النبوّۃ" (فصل دہم) میں ہے اور لفظ "حَجّۃ" حاء کی زیر اور زبر کے ساتھ درست ہے اسی طرح "وَدَاع" بھی واؤ کی زیر اور زبر کے ساتھ درست ہے، اور اس کو "حجۃ الوداع" کہنے کا سبب

....

یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو الوداع کہا، اسی طرح "شرح الزرقانی" (علی المواهب، ١٠٤/٣) میں ہے اور "حجۃُ الإسلام" اس لئے کہا گیا کہ حج کی فرضیت کے بعد نبی کریم ﷺ نے یہی حج کیا جیسا کہ "الزرقانی علی المواهب" میں ہے اور "حجۃُ البلاغ" اس لئے کہ اس حج میں نبی کریم ﷺ نے احکام شرع لوگوں تک پہنچا دیے کما فی "الزرقانی علی المواهب" اور قرآن کریم کی سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۳ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الآية﴾ اس حج میں وقوفِ عرفہ کے دوران نازل ہوئی اس لئے اس حج کو "حجۃُ التمام و الکمال" کہا گیا ہے۔

اس حج کے تقریباً تین ماہ بعد نبی کریم ﷺ کا وصال باکمال ہوا، وہ اس طرح کہ دس ہجری ذوالحجہ کے مہینے میں حج ہوا پھر محرم کا مہینہ آیا، اُس کے بعد صفر کا مہینہ آیا اور اُس کے بعد ربیع الاول کہ جس میں آپ کا وصال باکمال ہوا، اس لئے آپ ﷺ نے اس مبارک سفر میں اپنے صحابہ کو اس طرف متوجہ فرمایا کہ آئندہ میری تمہاری ملاقات نہ ہوگی مجھ سے اچھی طرح حج کا طریقہ سیکھ لو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے مزدلفہ اور منیٰ کے راستے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کنکریاں چننے کا حکم فرمایا تو ساتھ فرمایا کہ "مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو شاید اس سال کے بعد میری اور تمہاری ملاقات نہ ہو" جیسا کہ "السُّنن الکبریٰ للبیهقی" میں ہے اور حضرت اُمّ الحصین رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کا شرف پایا تو میں نے حضرت اُسامہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ایک آپ کی سواری کی نکیل تھامے ہوئے تھا جب کہ دوسرا آپ کو سایہ کئے ہوئے تھا، عید کا دن تھا (یعنی ذوالحجہ کی دس تاریخ تھی) آپ سواری پر سوار رمی فرما رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ "تم اچھی طرح مناسک حاصل کر لو کہ شاید میں آئندہ (ظاہری حیات کے ساتھ) حج نہ کر پاؤں" جیسا کہ "صحیح مسلم" (برقم: ٣١١٧/٣١٢- (١٢٩٨)، ص ٦٠٠، ٦٠١) میں ہے۔

اِس حدیث شریف کے تحت امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

’’مجھ سے اپنے مناسک لے لو‘‘ (٤) پس اگر آپ ﷺ نے (دورانِ طواف) ہاتھ سینہ پر رکھے ہوتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان ضرور اِس (میں آپ) کی اقتداء کرتے اور اَسلافِ عظام اُن کی اتباع کرتے تو ضرور علماء اسلام اُسے ہماری طرف نقل کرتے

حضور ﷺ کے فرمان ’’لِيَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُم‘‘ مجھ سے اپنے مناسک لے لو میں ’’لام‘‘ اَمر کا ہے اور اس کا معنی ہے کہ مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو اور ’’صحیح مسلم‘‘ کی ایک اور روایت میں بھی اِسی طرح وارد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے حج میں اقوال و افعال اور وہ ہیئات جو حج کے اُمور اور صفت کے طور وارد ہوئے وہ مجھ سے سیکھ لو اور انہیں قبول کر لو اور یاد کر لو اور اُس پر عمل کرو اور لوگوں کو سکھاؤ، اور یہ فرمان مناسکِ حج میں اَصل کبیر ہے جس طرح حضور ﷺ نے نماز کے لئے فرمایا ’’نماز اِس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھو‘‘ اور حضور ﷺ کے فرمان کہ ’’شاید میں آئندہ حج نہ کر پاؤں‘‘ کے بارے میں لکھتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے اِس میں الوداع ہونے کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ خبر دی کہ اب آپ کے وصال باکمال کا وقت ہے اور اس میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو احکام سیکھنے پر برانگیختہ کیا کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کی رفاقت و مصاحبت سے جس قدر زیادہ فائدہ اُٹھا سکتے ہوں اُٹھائیں، اِس لئے اس حج کا نام ’’حَجّةُ الوَداع‘‘ رکھا گیا ہے (شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب الحج، باب استحباب رمی جمرة العقبة إلخ، برقم: ٣١٠ - (١٢٩٧)، ٣٨/٩/٥)

اور اِس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے احکام حج توقیفی ہیں قیاس کو اِن میں دخل نہیں ہے۔ واللّٰہ اعلم

۴۔ المعجم الأوسط للطبرانی، مَن اسمه أحمد، برقم: ١٩٢٩، ٥٢٣/١

أیضاً مجمع الزّوائد، کتاب الحجّ، باب الخطب فی الحجّ، برقم: ٥٦٣١، ٤٤٥/٣

أیضاً السُّنَن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحجّ، باب الإیضاع فی وادی محسّر، برقم: ٩٥٢٤، ٢٠٤/٥، بلفظ ’’خُذُوا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا‘‘

أیضاً صحیح مسلم، کتاب الحجّ، باب استحباب رمی جمرة العقبة إلخ، برقم: ٣١١٥/٣١٠ - (١٢٩٧)، ص ٦٠٠، بلفظ ’’لِتَأْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّيْ لَا أَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِيْ هٰذِهٖ‘‘

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال آداب سے زیادہ ادب کسی سے متصوّر نہیں جب کہ فرمایا (٥) ’’مجھے میرے ربّ نے ادب سکھایا، پس اچھا کیا مجھے ادب

۵۔ علامہ محمد عبدالرؤف المناوی لکھتے ہیں أَدَّبَنِيْ رَبِّيْ یعنی مجھے میرے ربّ نے ظاہری و باطنی اخلاق کے محاسن اور نفس کی ریاضت کی تعلیم ارشاد فرمائی، اور ادب وہ ہے جو اخلاقِ حَسَنہ اور علوم مکتسبہ سے نفس کیلئے حاصل ہو اور ’’شرح النوابغ‘‘ میں ادب سے متعلق یہ ہے کہ جو لوگوں کو محاسن کی طرف لے جائے (یعنی ادب کی دولت اچھائیوں کی طرف لے جاتی ہے) فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبِيْ یعنی علوم کسبیہ اور وھبیہ اپنے فضل سے مجھے سکھائے بایں طور کہ انسانوں میں سے کسی ایک کیلئے بھی اس کی نظیر واقع نہ ہوئی بعض علماء نے فرمایا: اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو عبودیت کے آداب سکھائے اور مکارمِ اخلاقِ ربوبیت سے مہذّب فرمایا اور جب نبی ﷺ کو عالم میں بھیجنے کا ارادہ فرمایا تا کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنی عبودیت کا اظہار فرمائے تو عالم کیلئے نبی ﷺ کی سیرت کا نمونہ رکھا گیا جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’نماز اِس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھو‘‘ اور نبی ﷺ کی حالتِ باطن تو وہ حضور ﷺ کی متابعت میں صادقین اور صدیقین کیلئے۔ سیر الی اللّٰہ میں آئینہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ﴿فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران: ٣١/٣) یعنی تو تم میری پیروی کرو اللّٰہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنا لے گا۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصّغیر، حرف الهمزة، برقم: ٣١٠، ٢٩٠/١، أیضاً التّیسیر بشرح الجامع الصّغیر، حرف الهمزة، ٥٣/١)

علامہ علی بن احمد العزیزی متوفی ١٠٧٠ھ اور نجم الدین محمد بن غزی متوفی ١٠٦١ھ لکھتے ہیں کہ علقمی نے فرمایا کہ اس فرمان کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللّٰہ! میں عرب میں گھوما ہوں اور میں نے اُن کے فصحاء کو سُنا ہے میں نے آپ سے بڑھ کر کسی فصیح کو نہیں دیکھا تو آپ کو ادب کس نے سکھایا ہے؟ تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔

۶۔ (السّراج المنیر شرح الجامع الصّغیر، حرف الهمزة، ٦٨/١۔ أیضاً إتقان ما یحسُن من الأخبار الواردة علی الألسُن، باب الهمزة، برقم: ٨٦، ص ٣٧، وقال: وفی دلائل ثابت السرقسطی بسندٍ واهٍ) اور عسکری کی ’’الامثال‘‘ میں ہے

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

سکھانا''۔(٦)

اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور اُن کے متبعین میں سے فقہاءِ امّت نے اِس باب میں طواف کے لئے ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا، نہ سُنَن سے، نہ مستحبات سے اور آدابِ (طواف) سے(٧) تو اس سے معلوم ہوا کہ دورانِ طواف ہاتھ باندھنا مشروع نہیں ہے، اور بے شک اِس کے خلاف نقل صراحۃً ممنوع ہے اس کے ساتھ یہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بنو نہد بن زید حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے کہنے لگے ہم آپ کی بارگاہ میں ''غوری تہامہ'' سے آئے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کے خطبے کا، پھر نبی کریم ﷺ نے انہیں جو جواب دیا اُس کا ذکر کیا، فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کی اے اللہ کے نبی! ہم ایک باپ کے بیٹے ہیں اور ہم نے ایک شہر میں پرورش پائی ہے اور آپ عرب کی وہ زبان بولتے ہیں کہ جس کا اکثر ہم نہیں سمجھتے تو آپ نے فرمایا بیشک اللہ عزّ وجلّ نے مجھے ادب سکھایا اور اچھا کیا ادب سکھانا اور میں نے بنی سعد بن بکر میں پرورش پائی ہے۔
(المقاصد الحسنة، حرف الهمزة، برقم: ٤٦، ص٤١، الشّذرة فی الأحاديث المشتهرة، حرف الهمزة، برقم: ٤٢، ٤٤/١)

٦۔ الجامع الصّغير، حرف الهمزة، برقم: ٣١٠، ص٢٥
أيضاً كنز العُمّال، الباب الأول: فی فضائل نبيّنا محمد ﷺ، الفصل الثّالث: فی فضائل متفرقة إلخ، برقم: ١٨٩٢، ١٨٣/١١/٦
أيضاً كشف الخفاء، ٦٢/١
أيضاً الشّذرة فی الأحاديث المشتهرة، حرف الهمزة، برقم: ٤٢، ٤٤/١
أيضاً المقاصد الحسنة، حرف الهمزة، برقم: ٤٥، ص٤١
أيضاً إتقان ما يحسُن من الأخبار الواردة على الألسُن، باب الهمزة، برقم: ٨٦، ص٣٧

٧۔ یعنی، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور اُن کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں اور اِن مذاہب میں پیدا ہونے والے بعد کے فقہاء نے طواف میں ہاتھ باندھنے کو نہ تو طواف کی سنّتوں میں بیان کیا اور نہ اُس کے مستحبات میں اور اُس کے آداب میں۔

بھی ہے کہ اس کا کرنا (یعنی طواف میں ہاتھ باندھنا) عوام کو وہم میں ڈالے گا (وہ یہ سمجھیں گے) کہ یہ اچھا کام ہے اور (طواف کے لئے) وضع کیا گیا۔

اور اُن میں سے یہ ہے کہ اہلِ حرمین کا عمل حُجت ہے خصوصاً جب (اس عمل میں) اُن کے ساتھ اُن کی غیر ایک جماعت مل جائے اور انہوں نے اپنے فعل اور اپنی نقل کے اعتبار سے اجماع کیا ہے کہ طواف میں ہاتھ باندھنا سنّت نہیں ہے، اور حدیث شریف میں ثابت ہے کہ ''یہ اُمّت گمراہی پر جمع نہ ہوگی''۔(٨)

٨۔ مشكلة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب و السّنّة، الفصل الثانی، برقم: ١٧٣۔ (٣٤)، ١۔٢/٥٤، ٥٥ بلفظ ''میری امّت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی جماعت پر اللہ کی رحمت ہے، جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہو کر جائے گا''۔ أيضاً سُنَن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب السّواد الأعظم، ٣٦٨/٤ بلفظ ''بے شک میری اُمت گمراہی پر کبھی متفق نہیں ہوگی پس جب تم اختلاف دیکھو تو بڑے گروہ کے ساتھ رہو''۔ أيضاً مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب و السنّة، الفصل الثانی، برقم: ١٧٤۔ (٣٩)، ١۔٢/٥٥، بلفظ ''بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو مسلمانوں کی جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں علیحدہ ہی جائے گا''۔ أيضاً المسند للإمام أحمد، ٢٣٤/١، بلفظ ''شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بھیڑیا ریوڑ سے علیحدہ رہنے والی یا کنارے والی یا بچھڑنے والی کا شکار کرتا ہے ایسے ہی شیطان مسلمانوں کی جماعت سے الگ رہنے والے کا شکار کرتا ہے تم گھاٹیوں سے بچو، جماعت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ رہو''۔ اور مُلّا علی قاری کی اس حدیث شریف کو ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب [illegible] اس پر جمع ہے کہ اُن کی اکثریت بلکہ تمام ہی اِس پر ہے کہ وہ حالتِ طواف میں ہاتھ چھوڑے ہوتے ہیں، ہاتھ باندھتے نہیں ہیں جس کا مطلب ہے کہ اُمّت اس [illegible] ہے کہ طواف میں ہاتھ نہ باندھے جائیں اور حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ''یہ اُمّت گمراہی [illegible] ہوگی'' جس نے صاف ظاہر ہے کہ طواف میں ہاتھ چھوڑنا گمراہی نہیں ہے۔
[illegible] کی مثل دوسری احادیث سے یہ بھی مستفاد ہے کہ امت کی [illegible] ائمہ اربعہ

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

پس اگر تو کہے کہ کیا نماز پر قیاس جائز ہے اس لئے کہ حدیث میں صحت سے ثابت ہے: ''بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی مثل ہے مگر یہ کہ تم اس میں کلام کرتے ہو پس تم میں سے جو طواف میں بات کرے تو نہ بات کرے مگر بھلائی کی'' (۹) اسے امام

کی مقلّد ہے جس سے ثابت ہوا کہ تقلید گمراہی نہیں ہے چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی نجات کی صرف یہ صورت ہے کہ اپنے عقائد عامۃ المسلمین کے سے رکھیں جو جماعت المسلمین (اس میں مراد نام نہاد جماعت المسلمین نہیں ہے کہ جس کا مرکز ملیر کھوکھراپار میں ہے، مراد ہے مسلمانوں کی بڑی جماعت) سے الگ رہا شیطان کے شکار میں آگیا جماعت مسلمان مقلّد ہے لہٰذا غیر مقلّد رہنا جماعت مسلمین سے علیحدگی ہے، ہمیشہ سے ہر طبقہ کے مسلمان مقلّد ہوئے، محدّثین، فقہاء، اولیاء اللہ اُن میں کوئی غیر مقلّد وہابی نہیں چنانچہ امام قسطلانی اور تاج الدین سبکی نے صراحۃً امام نووی نے اشارۃً فرمایا کہ امام بخاری شافعی ہیں، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارقطنی وغیرہ تمام محدّثین شافعی ہیں۔

امام طحاوی، امام زیلعی، عینی شارح بخاری، طیبی، علی قاری، عبدالحق محدّث دہلوی وغیرہم تمام محدّثین حنفی ہیں تفسیر کبیر، تفسیر خازن، بیضاوی، جلالین، تنویر المقیاس والے سارے مفسّرین شافعی ہیں تفسیر مدارک، تفسیر صاوی (تفسیر سمرقندی، تفسیر ابوالسعود، تاویلات اہل السنۃ) والے سارے مفسّرین حنفی، فقہاء اور اولیاء اللہ سارے کے سارے مقلّدین ہیں اور عام اولیاء حنفی ہیں۔ (جاء الحق، دوسرا مسئلہ تقلید کی ضرورت ۲/۲۵۷)

۹۔ مُلّا علی قاری نے متن میں اس حدیث شریف کے مطلب کو واضح کیا ہے اور محشّی صحاحِ ستّہ علامہ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں حضور ﷺ کا فرمان کہ ''طواف نماز ہے'' کا مطلب ہے کہ طواف بہت سے احکام میں نماز کی مثل ہے یا ثواب میں یا بیت اللہ سے متعلق ہونے میں نماز کی مثل ہے اور حضور ﷺ کا فرمان ''اس میں کلام کم کرو'' کا مطلب ہے کہ اس میں زیادہ باتیں نہ کرو اگرچہ بات کرنا جائز ہے کیونکہ نماز کے ساتھ مماثلت کا تقاضا یہ ہے کہ طواف کرنے والا اس میں اصلاً بات نہ کرے جیسا کہ نماز میں بات نہیں کرتا ہیں جب اللہ تعالیٰ نے کلام کو مباح فرما دیا جو کہ اُسی کی طرف سے بندے

ترمذی (۱۰) نے اپنی ''جامع'' (۱۱) ....

پر رحمت ہے تو اس میں کثرت کلام سے باز رہے (حاشیہ السّندی علی السُّنن للنّسائی، برقم: ۲۹۱۹، ۳/۵/۲۲۹)

۱۰۔ اور یہ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک ابن السکن السلمی الترمذی ہیں جو سن ۲۰۹ھ میں بلخ کے شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔

اور ترمذی نام کے تین مشاہیر گزرے ہیں (۱) امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اور یہ صاحب ''الجامع الصّحیح'' ہیں، (۲) ابوالحسن احمد بن جنید ترمذی متوفی ۲۴۵ھ یہ ترمذی کبیر کے نام سے معروف تھے اور امام محمد بن اسماعیل بخاری اور امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کے استاد تھے، (۳) ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسن حکیم ترمذی متوفی ۲۵۵ھ اُن کی کتاب ''نوادرُ الأُصول فی معرفۃِ أخبار الرّسول'' مشہور ہے۔

امام ترمذی نے علم کے حصول کے لئے خراسان، عراق اور حجاز مقدس کے متعدد شہروں کا سفر کیا جہاں متعدد اساتذہ سے اکتساب علم کیا، جن میں قتیبہ بن سعید، ابومصعب، ابراہیم بن عبداللہ ہروی، امام محمد اسماعیل بخاری، امام مسلم بن حجاج قشیری، اور امام ابوداؤد وغیرہم شامل ہیں اور آپ سے بے شمار لوگوں نے سماعِ حدیث کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''تہذیب التہذیب'' میں بعض حضرات کا ذکر کیا ہے اور اُن میں امام بخاری بھی شامل ہیں۔

آپ کی تصانیف میں سے ''الجامع الصّحیح''، ''کتاب العِلل''، ''(فی رجال الحدیث) کتاب التّاریخ''، ''کتاب أسماء الصّحابة''، ''کتاب الأسماء و الکُنیٰ''، ''کتاب الشّمائل النّبویّة''، وغیرہا ہیں۔

اور آپ نے ۱۳ رجب المرجب ۲۷۹ھ کو ''ترمذ'' میں وصال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔ (دیکھئے، تہذیب التّهذیب، ترجمة محمد بن عیسیٰ، برقم: ۷۳۳۰، ۵/۲۳۱، أیضاً کشف الظنون ۲/۱۹۷۹، أیضاً تذکرةُ الحُفّاظ للذّهبی، ترجمة التّرمذی، برقم: ۶۵۸، ۱/۲/۱۵۴۔ أیضاً تذکرة المُحدِّثین، إمام ترمذی، ص ۲۳۹)

۱۱۔ یہاں ''جامع'' سے مراد امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی کتاب ''جامع وسنن الترمذی'' ہے یاد رہے کہ مُحدّثین کی اصطلاح میں ''جامع'' حدیث شریف کی اُس کتاب کو کہتے ہیں جس

میں (۱۲) ....

میں آٹھ جمیع اقسام کی احادیث ذکر کی جائیں جو یہ ہیں: جیسے عقائد، احکام، رقاق، تفسیر، تاریخ، آداب، سیر اور مناقب، شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ نے ''العجالہ'' میں اِسی طرح ذکر کیا ہے۔ اور ''سُنَن'' محدّثین کی اصطلاح میں حدیث کی اُس کتاب کو کہتے ہیں کہ جس کی ترتیب ابوابِ فقہ کے طرز پر کی گئی ہو۔

اب امام ترمذی کی یہ کتاب ''جامع'' ہے یا ''سُنَن'' ہے تو اس کا جواب یہ کہ یہ کتاب ''جامع'' بھی ہے اور ''سُنَن'' بھی چنانچہ ''کشفُ الظُّنون'' میں ہے کہ لوگ اس کو ''سُنَن ترمذی'' کہتے ہیں لیکن اِس کا زیادہ مشہور نام ''الجامع الصحیح'' ہے اور چونکہ اِس کتاب کی ترتیب ابواب فقہیہ کے طرز پر بھی ہے اس لئے اس کو ''سُنَن'' کہنا بھی درست ہے جیسا کہ امام نووی نے ''التقریب'' میں امام ترمذی کی اِس کتاب کو ''سُنَن'' کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ڈاکٹر عذاب محمود الحمش نقل کرتے ہیں ''جامع ترمذی'' میں مکررات کے ساتھ احادیث مبارکہ کی تعداد ۳۸۹۱ ہے اور بلا تکرار تعداد ۳۳۶۷ ہے اور یہ تعداد احادیث مرفوعہ متصلہ کی ہے اور احادیث مُنقطعہ کی تعداد ۲۱۰ ہے، مُرسلہ کی تعداد ۱۲۸ ہے، مُعلقہ کی تعداد ۱۰۲ ہے، موقوفہ کی تعداد ۸۴ ہے، مقطوعہ کی تعداد ۱۶ ہے اور ثقہ رواۃ مع التکرار کی احادیث کی تعداد ۱۶۰۰ ہے اور بلا تکرار تعداد ۱۳۴۷ ہے، احادیث قدسیہ کی تعداد ۵۵ ہے، اس میں احادیث متواترہ کی تعداد ۳۰۹ ہیں اور امام ترمذی کے جملہ اقوال ۶۵۱ ہیں۔

''جامع ترمذی کی متعدد شروح ہیں جن میں ''عارضة الأحوذی''، ''العرف الشذی'' وغیرہما مشہور ہیں۔ (دیکھئے، تذکرةُ الحُفّاظ، ترجمة الترمذی، برقم: ٦٥٨۔ أیضاً تهذیب التهذیب، ترجمة محمد بن عیسیٰ، برقم: ٧٣٣٠، ٥/٢٣١۔ أیضاً تذکرہ المُحدّثین، جامع ترمذی، ص١٩٧، ٢٤٥، ٢٤٦، ٢٦٩، ٢٧٠۔ أیضاً التقریب النووی مع شرحه للسیوطی، ١/٨٠۔ أیضاً العجالة النافعة ص ٤٢۔ أیضاً الإمام الترمذی و منهجه فی کتابه الجامع، البحث الثانی، ١/١٦٥، ١٦٦)

۱۲۔ الجامع و هو السُّنن الترمذی، کتاب الحجّ، باب ما جاء فی الکلام فی الطّواف، برقم: ٩٦٠، ٢/٩٦

اور حاکم (۱۳) نے اپنی ''مستدرک'' (١٤) ....

۱۳۔ امام حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم بن حکم ضبّی طہمانی نیشاپوری پیر کے روز ۳ ربیع الاول ۳۲۱ھ میں نیشاپور میں پیدا ہوئے، یاد رہے کہ نیشاپور ''مشہد'' کے جنوب میں ایک سو پچیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور نیشاپور میں بڑے بڑے علماء گزرے ہیں جیسے ابراہیم بن طہمان، حفص بن عبداللہ، یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ، پھر امام مسلم بن حجاج قشیری۔

امام حاکم بچپن سے ہی علم دین کے حصول میں لگ گئے اور اپنے شہر میں نو سال کی عمر سے احادیث کا سماع شروع کیا اور طلبِ حدیث میں مختلف شہروں کا سفر کیا، جب عراق گئے تو اُس وقت آپ کی عمر بیس برس تھی۔ (سیر أعلام النبلاء) اور آپ نے بے شمار شیوخ سے سماعِ حدیث کیا، خراسان، عراق اور ماوراء النہر میں تقریباً دو ہزار شیوخ سے سماعِ حدیث کیا اور صرف نیشاپور میں ایک ہزار اساتذہ سے سماعِ حدیث کیا پھر مکہ مکرمہ، بغداد، کوفہ، ہمدان، بخارا، رَی، مَرو وغیرہ شہروں میں کتنے شیوخ سے سماع کیا ہوگا اور خلق کثیر نے آپ سے اکتسابِ علم کیا۔

امام حاکم نے متعدد کُتُب تصنیف فرمائیں جن میں سے ''المستدرك علی الصحیحین'' کو جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی وہ دوسری کُتُب کو حاصل نہ ہو سکی، اور آپ کا وصال ماہ صفر ۴۰۵ھ میں ہوا۔ (دیکھئے، شذرات الذهب، ٥/٣٣۔٣٥۔ أیضاً سیر أعلام النُّبلاء، برقم: ٣٧٧٥، ١٢/٥٧٠۔ أیضاً تاریخ بغداد، برقم: ١٠٩٦، ٢/٢٩٥، ٢٩٦۔ أیضاً وفیات الأعیان، برقم: ٦١٥، ٢/٣٦٤)

۱۴۔ ''الاستدراك'' اُسے کہتے ہیں کہ ائمہ میں سے کوئی امام دوسرے امام کی احادیث تتبّع وتلاش [illegible] گئیں اور اُس نے انہیں اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور یہ تتبّع اُس امام کی شرط پر ہو اور اُس کی کتاب میں مذکور رُوات یا اُن کی مثل راویوں سے حدیث کی تخریج کرے اور اِس امام کے لئے راء کے زیر کے ساتھ ''المُستدرِك'' کا لفظ لایا جاتا ہے اور اُن احادیث کے لئے جو دوسرے امام کی کتاب پر [illegible]

المُستدرَك" کا لفظ لایا جاتا ہے اسی طرح ''وسیط'' میں ہے۔

سب سے پہلا امام کہ جس نے امام بخاری اور امام مسلم پر استدراک اپنے اوپر لازم کیا وہ حافظ ابوالحسن دارقطنی ہے۔

امام دارقطنی نے فرمایا کہ صحابہ کی ایک جماعت نے نبی کریم ﷺ سے احادیث روایت کیں اور اُن کی احادیث ایسی صحیح وُجوہ سے روایت کی گئیں کہ جن کے ناقلین میں کوئی طعن نہیں ہے اور امام بخاری و مسلم نے اُن احادیث میں سے کچھ بھی روایت نہیں کیا اُن کے مذہب کے مطابق اُن احادیث کی تخریج اُن پر لازم تھی۔

اس اعتراض کو امام نووی نے ''شرح صحیح مسلم'' یہ کہہ کر رد کر دیا کہ دارقطنی اور ابوذر ہروی نے اُس نوع میں جسے انہوں نے لازم کیا تصنیف کی ہے اور یہ الزام حقیقت میں لازم نہیں ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے صحیح احادیث کے استیعاب کو لازم نہیں کیا بلکہ ان دونوں ائمہ سے صحت کے ساتھ تصریح ثابت ہے کہ انہوں نے صحیح احادیث کا استیعاب نہیں کیا ہے انہوں نے تو صرف منجملہ صحیح احادیث کے جمع کا ارادہ کیا جیسا کہ فقہ کا مصنف مسائل میں سے کچھ کے جمع کا قصد کرتا ہے۔

امام نووی وغیرہ نے شیخین (بخاری و مسلم) کے کثیر احادیث صحیحہ کے ترک کی علت یہ بیان کی کہ جب اُن دونوں نے یا اُن میں سے ایک نے اُس حدیث کو ترک کیا، ظاہر یہی کہ اُس حدیث میں سے کسی علت پر مُطّلع ہوں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے بھول کر اُس حدیث کی تخریج کو چھوڑا یا طوالت کی وجہ سے ترک کیا یا انہوں نے یہ سمجھا کہ دوسرے اِس کی کو پورا کر دیں گے۔

پھر امام نووی وغیرہ نے کہا کہ جن ائمہ نے بخاری و مسلم پر استدراک کیا وہ اُن کی شرط پر نہیں ہیں اور اُس درجہ پر نہیں کہ جس کا انہوں نے التزام کیا تھا اس فن میں امام حافظ دارقطنی "الاستدراکات والتّتبعات" کے نام سے کتاب تالیف کی اور ابومسعود دمشقی نے بھی بخاری و مسلم پر استدراک کیا۔

میں (۱۰) روایت کیا ہے..............................

اور امام حاکم نے اپنی اس کتاب کی ابتداء میں فرمایا میں ایسی احادیث کی تخریج پر اللہ تعالیٰ سے مدد کا طالب ہو کہ جن کے راوی ثقہ ہوں کہ جن کی مثل سے شیخین (بخاری و مسلم) نے حجت پکڑی ہے۔

امام حاکم روایتِ حدیث کے بعد اُس حدیث کے بارے میں کہیں لکھتے ہیں کہ ''یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے''، یا کہتے ہیں کہ ''امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے'' یا ''امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے'' اور جو حدیث اُن کے نزدیک صحیح ہو اور شیخین یا اُن میں سے کسی ایک کی شرط پر نہ ہو اُس کے بعد لکھتے ہیں یہ حدیث ''صحیح الاسناد'' ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں فرمائی۔(المستدرك ۱/۹۸، دارُ الفِکر)

اس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ''مستدرک'' کی اسانید وہی اسانید ہیں کہ جن سے شیخین یا اُن میں سے ایک نے تخریج کی، مگر وہ احادیث جن کو امام حاکم نے شیخین یا اُن میں سے کسی ایک کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا، یا اس حدیث کے ''صحیح'' ہونے کی تصریح کی وہ نصف ''مستدرک'' سے زائد ہیں، اور بہت سی احادیث کی تصحیح سے امام حاکم نے توقف فرمایا ہے اور ڈاکٹر محمود مَطرجی نے لکھا کہ وہ روایات جو ضعف کے ساتھ متصف ہیں وہ سیکڑوں سے زائد ہیں باوجود اس کے کہ امام حاکم نے اُن کی تصحیح فرمائی ہے کہ امام ذہبی نے اُن کے بارے ضعیف، منکر، واہٍ، شاذ، منقطع، مرسل اور مضطرب وغیرھا لکھا ہے، اس میں ضعیف احادیث کے باوجود وہ احادیث کہ جنہیں امام حاکم نے صحیح کہا تقریباً نصف کتاب ہیں اور صحیح سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ احادیث صرف ''صحیحین'' میں ہیں بلکہ ان کے علاوہ دیگر حدیث کی معتبر کُتُب [illegible] ہیں جیسے صحاح ستہ، موطا امام مالک، مسند امام احمد، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، لہٰذا وہ [illegible] امام حاکم نے ''مستدرک'' میں ذکر کیا ہے اور اُسے صحیح قرار دیا پھر امام ذہبی نے اُس [illegible] موافقت فرمائی وہ حدیث کے مرتبہ صحیح میں معتبر ہے اگرچہ وہ حدیث ''صحیحین'' کے مرتبہ [illegible] پر نہیں ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ فی الحدیث النبوی وعلومہ [illegible]

[illegible] الحاکم، کتاب المناسك، [illegible]

[illegible] و [illegible]

اور بیہقی (١٦) نے اپنی ''شعب'' (١٧) ....

١٦۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ بیہقی شافعی ٣٨٤ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے اپنی ساری زندگی تعلیم و تعلّم، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر کی اور آپ نے ٣٩٩ھ میں سماعِ حدیث شروع کیا جب کہ آپ صرف پندرہ سال کے تھے، اور حصولِ علم میں آپ نے عراق، حجاز کے سفر کیے اور نوقان، اسفرائین، نیشاپور، طابران، دامغان، بغداد، کوفہ اور مکہ میں اساتذہ سے سماعِ حدیث کیا، آپ کے اساتذہ میں امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری، ابو الحسن اہوازی شیرازی، ابوعلی روزباری طوسی وغیرہم شامل ہیں اور بہت سے لوگوں نے آپ سے سماعِ حدیث کیا جن میں آپ کے بیٹے ابوعلی اسماعیل بن احمد بیہقی، پوتے ابوالحسن عبیداللہ بن محمد بن احمد بیہقی، ابوعبداللہ محمد بن الفضل فُرادی نیشاپوری وغیرہم شامل ہیں۔
اکثر مؤرخین نے ذکر کیا کہ آپ کا وصال جمادی الاُولیٰ ٤٥٨ھ میں ہوا جب کہ یاقوت نے "معجم البُلدان" (حرف الباء ١/٤٢٢) میں ٤٥٤ھ میں وفات کا ذکر کیا ہے آپ کا وصال نیشاپور میں ہوا، غسل و کفن کے بعد تابوت میں آپ کو بیہق لایا گیا جہاں آپ کی تدفین ہوئی۔
آپ کی تصانیف میں "السُّنَن الکبریٰ"، "الأسماء و الصّفات"، "دلائل النبوّة"، "الجامع لشعب الإیمان" زیادہ مشہور ہیں۔ (دیکھئے، الجامع لشعب الإیمان، ترجمة المؤلّف، الفصل الأوّل، ص ١١ تا ٥٥)

١٧۔ اس عنوان پر متعدد علماء نے کُتُب لکھی ہے جیسے فقیہ ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمی شافعی نے "المنہاج" کے نام سے، ابومحمد عبدالجلیل بن موسیٰ اندلسی قصری (ت ٦٠٨ھ) اور شیخ اسعد محمد سعید صاغرجی ''شعب الایمان'' کے نام سے، اور اس موضوع کی بنیاد وہ حدیث شریف ہیں جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے "الإِیْمَانُ بِضْعٌ وَ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً: وَ الْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِیْمَانِ" (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان، برقم: ٩۔ أیضاً صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب شعب الإیمان، برقم: ٥٧/٦١۔ (٣٥))
یعنی، ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں اور حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے۔
اور یہ بھی آیا ہے: فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰی" (صحیح

میں (١٨) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اُن سے ایک روایت میں ہے: ''بے شک بیت اللہ کا طواف نماز ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں بات کرنے کو حلال فرمایا پس جو اس میں بات کرے تو وہ نہ بات کرے مگر بھلائی کی'' (١٩)

مسلم، کتاب الإیمان، باب شعب الإیمان، برقم: ٥٨/٦٢۔ (٣٥))
اور اُن میں سے سب سے زیادہ ضخیم کتاب امام بیہقی کی "الجامع لشعب الإیمان" ہے۔ قدماء نے اِس کا نام مختصر کرتے ہوئے اِسے "شعب الإیمان" کہا جیسا کہ "وفیات الأعیان"، "الأنساب"، "سیر أعلام النُّبلاء"، "الوافی" وغیرہا میں ہے اور متاخرین نے اسے کامل نام "الجامع لشعب الإیمان" کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ "کشف الظُّنون"، "الأعلام"، اور "معجم المؤلّفین" میں ہے اور امام بیہقی نے خود اس کتاب کی طرف "الجامع" کے نام کے ساتھ اشارہ کیا ہے جیسا کہ "الاعتقاد" (ص ٢٩، ٨٨، ٩٣) اور "الزُّهد"، (ص ٦١) میں ہے۔
اور امام بیہقی نے اپنی کتاب میں تقسیم ابواب میں امام ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمی کی کتاب "المناج" کی اقتداء فرمائی ہے جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب کی ابتداء میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ (دیکھئے الجامع لشعب الإیمان، ١/٨٤)

١٨۔ السُّنَن الکُبریٰ للبیهقی، کتاب الحجّ، باب الطّواف علی الطّهارة، برقم: ٩٣٠٣، ٥/١٤١
أیضاً الجامع الصّغیر للسّیوطی، حرف الطّاء، فصل فی المحلّی بأل من هذا الحرف، برقم: ٥٣٤٥، ص ٣٣٠
المعجم الکبیر للطّبرانی، برقم: ١٠٩٥٥، ١١/٢٩
أیضاً المستدرک للحاکم، کتاب التّفسیر، باب الطّواف بالبیت بمنزلة الصّلاة، برقم: ٣١١٠، ٣١١٢، ٢/٦٥٧
أیضاً السُّنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحجّ، باب الطّواف علی الطّهارة، برقم: ٩٣٠٤، ٥/١٤١، ١٤٢

اوران سے ایک روایت یہ بھی ہے ''طواف نماز ہے پس اس میں کلام کو کم کرو''۔(۲۰)
میں (علی قاری) کہتا ہوں، نہیں، کیونکہ ہم نے اسے پہلے ذکر کردیا ہے جو مقام مقصود میں نص کی مثل ہے'' بزرگوں کے نزدیک قیاس کے ساتھ نص کا معارضہ

أيضاً الإحسان في ترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الحجّ، باب دخول مكة، برقم: ۳۸۲۵، ٤/٦/٥٤

أيضاً سُنَن الدّارمي، كتاب المناسك، باب الكلام في الطّواف، برقم: ۱۸٤۸، ۲/٤٠

أيضاً الجامع الصّغير، حرف الطاء، فصل في المحلّى بأل من هذا الحرف، برقم: ٥٣٤٦، ص ٣٣٠

۲۰۔ سُنَن النّسائي، كتاب مناسك الحج، باب إباحة الكلام في الطّواف، برقم: ۲۹۱۹، ۳/٥/۲۲۹

أيضاً السُّنَن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحجّ، باب إقلال الكلام بغير ذكر الله في الطّواف، برقم: ۹۲۹۲، ٥/۱۳۸

أيضاً المعجم الكبير للطّبراني، برقم: ۹۷٦، ۱/۱۱/۳٤

أيضاً الجامع الصّغير، حرف الطّاء، فصل في المحلى بألَ من هذا الحرف، برقم: ٥٣٤٧، ص ٣٣٠

اور طواف میں کلام حق المقدور نہیں کرنا چاہیۓ بلکہ طواف کرنے والے کو چاہیۓ کہ وہ ذکر واذکار میں مشغول رہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سُنا کہ ''جس نے بیت اللہ کا طواف کا سات چکر طواف کیا اور اُس نے سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم کے سوا کلام نہ کیا تو اُس کے دس گناہ مٹا دیئے گئے اور دس حسنات لکھ دیئے گئے اور دس درجات بلند کردیئے گئے''۔(سُنَن ابن ماجة، كتاب المناسك، باب فضل الطواف، برقم: ۲۹٥۷، ۳/٤٤٤۔ أيضاً المعجم الأوسط، من اسمه موسىٰ، برقم: ۸٤۰۰، ٦/۱۷۲)

جائز نہیں ہے اس بنا پر کہ وہ قیاس مع الفارق ہے، پس بے شک طواف کا مدار حرکت پر ہے اور اعضاء کو چھوڑنے کے ساتھ موافق ہے، پس دونوں ہاتھ چلنے والے کے لئے ایسے ہیں جیسے پرندے کے لئے دو پَر، تو اس سے مندفع ہوگیا وہ جو ابن حجر نے وہم کیا کہ ''ممکن ہے کہ اس حدیث کے عموم کو لیا جائے کہ ہاتھ باندھنا مستحب ہو'' باوجود اس کے کہ اُن کا یہ قول اُن کے اپنے مذہب میں معتبر نہیں ہے اور نہ انہوں نے خود اِس پر عمل کیا اور نہ اُن کے شاگردوں میں سے کسی نے اس پر عمل کیا پس تو غور کر۔

اور یہ بھی کہ طواف کے عبادت ہونے کی حیثیت سے اُسے نماز کا نام دیا گیا، اور مراد طواف کی موجبِ سعادت طاعت ہونے کی حیثیت سے نماز کی مثل ہے اور اسی وجہ سے استقبالِ قبلہ اور وجوب قرأت اور (نماز کے) تمام ارکان رکوع وسجود، قعدہ بلکہ اُس کی باقی شرطیں طہارت، سترِ عورت وغیرہا کو ہمارے نزدیک صحتِ طواف کی شروط سے نہیں ہیں سوائے نیت کے، پس یہ ضروری ہے تاکہ عبادت اخلاص کے ذریعے عادت سے ممتاز ہوجائے، یہ سب کچھ اُمّت سے حرج کو دفع کرنے کے لئے ہے اور یہ ملّت دینِ اسلام کی طرف میلان پیدا کرنے والی آسان سخاوتوں سے متّصف ہے یہاں تک کہ اس کو ادا کرنے پر کمزور جیسے بوڑھا اور بچہ (بھی) قادر ہے۔

نہیں کہا جاسکتا کہ طواف میں ہاتھ باندھنا اور ہاتھ چھوڑنا دونوں اثبات اور وقوع حال کے محتاج ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ اصل وضعِ انسانی تمام افعال میں بغیر ہاتھ باندھنے کے ہے اور ہاتھ باندھنا بعض احوال میں عارض ہوتا ہے، جب کہ اس میں اقوال [illegible] سے کوئی قول ثابت ہو۔

اور یہ نہیں کہا جاسکتا ہم نے تسلیم کرلیا کہ یہ (ہاتھ باندھنا) بدعت (۲۱) ہے

۲۱۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ لُغت میں بدعت اُس کام کو کہتے ہیں جس کی مثال زمانہ سابق کے مطابق نہ ہو اور اصطلاحِ شرع میں بدعت ایسے کام ایجاد کرنا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ

لیکن وہ مستحب ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ بدعت جو سنت کے مزاحم ہو تو وہ مردود، غیر مقبول ہے اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے ''جس نے ہمارے اَمر میں ایسی چیز

میں نہ ہو، اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں ایسا فعل ایجاد کرنا جو کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو بُرا نہیں (مرقاۃ، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب و السنّۃ، الفصل الأول، برقم: ۱٤٠- (۱)، ۲۳٦/۱) اور بدعت کی کئی اقسام ہیں چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: بدعت کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں کے خلاف دلائل قائم کرنا اور علم نحو سیکھنا، بدعت کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے مدرسوں اور مسافر خانوں کی تعمیر کرنا، بدعت کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے مسجدوں کو آراستہ کرنا، بدعت کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لذیذ کھانے کھانا جیسا کہ امام مناوی نے "شرح الجامع الصّغیر" میں "تہذیب امام نووی" سے بیان کیا، اور برکوی کی "طریقہ محمدیہ" میں اسی طرح ہے۔ (ردّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الصّلاۃ، باب الإمامۃ، مطلب: البدعۃ خمسۃ أقسام، تحت قول التّنویر: و مبتدع، تحت قول الدّر: أي صاحب بدعۃ، ۳٥٦/۲) اور محشّی صحاح ستہ علامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ اِس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: "مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا" أی فی شأننا میں اَمر اُمور کا واحد ہے اور اُس میں کہ جس کا ہم نے حکم دیا تو اَمر اَوامر کا واحد ہوگا اور اِسے مأمور پر بولا گیا، ...... دونوں وُجوہ پر مراد ہے "الدِّیْنُ الْقَیِّم" یہ معنی اُس بنا پر ہے کہ جسے قاضی نے "شرح المصابیح" میں ذکر کیا کہ جس نے اسلام میں ایسی رائے پیدا کی جس کے لئے کتاب وسنت نہ سند ظاہر ہو نہ خفی، نہ ملفوظ ہو نہ مستنبط تو وہ ردّ یعنی مردُود ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ اَمر واجبُ الردّ ہے کہ لوگوں پر اُس کا ردّ کر دینا واجب ہے کسی ایک کے لئے بھی اُس اَمر کی اتباع اور اُس میں تقلید جائز نہیں اور ایک قول ہے "فَهُوَ رَدٌّ" میں احتمال ہے خبر من ایسے لئے ہو یعنی وہ شخص مردود ومطرود ہو۔ (حاشیۃ السّندي علی السّنن لابن ماجۃ، المقدمہ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ و التّغلیظ علی من عارضہ، برقم: ۱٤٠، ص ۱/۳۲)

پیدا کی جو اُس سے نہ ہو تو وہ مردود ہے'' اِس کو شیخین (بخاری (۲۲) ....

۲۲۔ صحیح البخاری، کتاب الصّلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جورٍ فالصلح مردودٌ، برقم: ۲٦۹۷، ۱۸٦/۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بخاری جُعفی ۱۳ شوال المکرم ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے آپ کے والد ایک عظیم محدّث اور صالح انسان تھے، ابن حبان نے انہیں طبقہ اربعہ کے ثقہ رُواۃ میں شمار فرمایا ہے اور امام بخاری کے جد امجد مغیرہ مجوسی تھے اس زمانے میں بخارا کے حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے اسی لئے جُعفی کہلائے، بچپن میں امام بخاری کے والد کا انتقال ہو گیا تھا تو پرورش کی تمام ذمہ داری والدہ نے سنبھالی، بچپن میں بصارت سے محروم ہو گئے بسیار علاج کے باوجود بینائی نہ لوٹی، آپ کی والدہ ماجدہ زاہدہ عابدہ نے رو رو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کی تو ایک رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری آہ وزاری اور بکثرت دعاؤں کے سبب تیرے بیٹے کی بینائی لوٹا دی صبح جب امام بخاری بستر سے اُٹھے تو آنکھیں روشن تھیں۔

ابتدائی تعلیم کے بعد دس سال کی عمر میں علم حدیث کی تحصیل کا شوق ہوا تو درسِ حدیث میں شامل ہو گئے اور بڑی محنت اور شوق کے ساتھ اِس علم کے حصول میں لگ گئے متن کو محفوظ کرتے اور سندِ حدیث کے ایک ایک راوی کو ضبط فرماتے یہاں تک کہ ایک سال گزرنے پر متن وسند حدیث پر آپ کی مہارت کا عالم یہ ہو گیا کہ بسا اوقات اساتذہ آپ سے اپنی تصحیح کرتے۔

نوجوانی کی عمر میں اپنے بڑے بھائی احمد اور والدہ کے ساتھ حج کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے جو کے بعد والدہ اور بھائی واپس ہوئے اور آپ حصولِ علم کے لئے وہیں رہ گئے اور اسی دوران آپ نے ''تاریخ کبیر'' لکھی۔

امام بخاری نے طلب حدیث کے سلسلے میں متعدد بار دور دراز شہروں کا سفر کیا جیسے مصر، شام اور کافی عرصہ حجاز مقدس، کوفہ اور بغداد اکتسابِ علم کے لئے اپنے وطن سے دُور رہے اور آپ بے انتہا قوتِ حافظہ کے مالک تھے آپ کے اساتذہ بے شمار ہیں کیونکہ آپ نے اکابر، اماثل اور اصاغر کے فرق کا کبھی خیال نہیں رکھا اس لئے آپ کے اساتذہ کی تعداد ہزار سے زائد بتائی گئی ہے اور آپ کے شاگردوں کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے کیونکہ اُس زمانے میں جو

اشاعت اہلسنت

ومسلم(۲۳))نے روایت کیا ہے، ....

شہر علوم اسلامیہ کے مرکز قرار دیئے جاتے تھے آپ اُن شہروں میں متعدد بار تشریف لے گئے اور بے حساب لوگوں نے آپ سے سماع حدیث کیا اس لئے کہا گیا کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد لاکھ سے زائد تھی اور اپنے وطن بخارا سے سمرقند کی طرف جاتے ہوئے خرتنگ نامی بستی میں قیام پذیر ہوئے اور یکم شوال ۲۵۶ھ میں باسٹھ سال کی عمر گزار کر اس جہاں فانی سے کوچ فرمایا امام بخاری کی تصانیف بیس سے زائد ہیں لیکن جو عظمت وشہرت "صحیح بخاری" الجامع الصّحیح المسند المختصر من أمور رسول الله ﷺ" رکھا اور آپ نے اپنی صحیح کا چھ لاکھ سے انتخاب کیا ہے حدیث شریف کتاب میں ذکر کرنے سے قبل غسل فرماتے اور دو رکعت نفل پڑھتے پھر اس حدیث شریف کے بارے میں استخارہ فرماتے اس کے بعد اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج فرماتے اور آپ نے اس کتاب کو سولہ سال کی مدت میں مکمل فرمایا اور امام بخاری کے وصال کے بعد آپ کی قبر مبارک کی مٹی سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور لوگ آپ کی قبر کی مٹی بطور تبرک لے جایا کرتے تھے ایک بار اہل سمرقند قحط میں مبتلاء ہوئے متعدد بار بارش کی دعائیں کیں مگر بارش نہ ہوئی، کسی نے وہاں کے قاضی سے کہا تم لوگوں کے ساتھ امام بخاری کی قبر پر جاؤ وہاں جا کر دعا کرو چنانچہ قاضی صاحب لوگوں کے ساتھ امام بخاری کی قبر پر آئے اور لوگوں نے صاحب قبر کے وسیلے سے دعائیں کیں تو اتنی بارش ہوئی کہ لوگ سات دن تک سمرقند نہ جاسکے۔

اور "صحیح بخاری" بے شمار شروح لکھی گئیں جن میں "الکواکب الدراری"، "فتح الباری" "عمدة القاری" "إرشاد السّاری" "مصابیح الجامع"، "الکوثر الجاری" وغیرہا مشہور ہیں۔(دیکھئے: تھذیب التّھذیب، برقم: ۶۷۴۵، ۵/۴۰۔ ۳۴۔ أیضاً تذکرة الحُفّاظ، برقم: ۵۷۸، ۱/۲/۱۰۴، أیضاً أشعة اللمعات ۱/۹۔۲۲۔ أیضاً مقدمة خطبة الکتاب، ص۵۷۔۶۴۔ أیضاً تذکرة المحدثین ۱۷۷۔۲۲۲)

۲۳۔ صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة، و ردّ محدثات الأمور، برقم: ۴۸۱۳/۱۷۔ (۱۷۱۸)

اور (امام مسلم(۲۴) نے)مسلم شریف(۲۵) کی روایت میں ہے "جس نے ایسا عمل کیا

۲۴۔ امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری خراسان کے ایک شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق چونکہ بنوقشیر خاندان سے تھا اس لئے قُشیری کہلائے، آپ کی پیدائش کے سال میں اختلاف ہے، شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی نے ۲۰۲ھ، امام ذہبی نے ۲۰۴ھ اور ابن اثیر نے ۲۰۶ھ لکھا ہے اور "تعلیقات الساطعة" میں بھی ۲۰۶ھ مذکور ہے۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد بھرپور جوانی کے عالم میں علم حدیث کے حصول میں لگ گئے اور اس فن کو آپ نے بڑی لگن ومحنت کے ساتھ حاصل کیا اور جلد ہی نیشاپور کے عظیم محدّثین میں شمار کئے جانے لگے۔

علم حدیث کی طلب میں متعدد شہروں کا رُخ کیا جن میں حجاز، شام، عراق اور مصر شامل ہیں اور ان تمام شہروں کے مشاہر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور امام مسلم سے بے شمار لوگوں نے سماع حدیث کیا جن میں امام ابن خزیمہ اور امام ترمذی بھی شامل ہیں۔

اور آپ نے اپنی عمر کا اکثر حصہ حصولِ حدیث کے لئے مختلف شہروں کا سفر کرتے ہوئے گزار دیا، ساتھ ساتھ درس وتدریس میں بھی مشغول رہے، اس کے باوجود متعدد کُتب بھی تصنیف فرمائیں اور اُن میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت "صحیح مسلم" کو حاصل ہوئی۔

اور آپ کا وصال ۲۴ رجب المرجب ۲۶۱ھ اتوار کے روز شام کے وقت ہوئے۔ (دیکھئے، تھذیب التھذیب، برقم: ۷۸۰۸، ۵/۴۰۶، ۴۰۷۔ أیضاً تذکرة الحفاظ، الطّبعة التّاسعة، برقم: ۶۱۳، ۱/۲/۱۲۵۔ ۔ أیضاً التّعلقات السّاطعة، ص ۸۴۔ أیضاً سِیَر أعلام النُّبلاء، برقم: ۲۱۸۰، ۱۰/۱۷۴۔ أیضاً وفیات الأعیان، برقم: ۷۱۷، ۳/۹۸، ۹۹)

۲۵۔ صحیح مسلم کا درجہ کُتبِ صحاح ستہ میں دوسرا ہے، امام مسلم نے اسے جس محنت سے ترتیب دیا ہے اس لحاظ سے یہ "صحیح بخاری" پر فوقیت رکھتی ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف کا سبب خود بیان فرمایا ہے کہ آپ سے آپ کے بعض تلامذہ نے درخواست کی کہ احادیث صحیحہ کا ایسا مجموعہ تیار کریں کہ جس سے بلاتکرار احادیث

جس میں ہمارا امر نہ ہو تو وہ مردود ہے" (۲۶) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ "جسے مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے" (۲۷)

چنانچہ امام مسلم نے اُن کی درخواست پر اپنی صحیح کی تالیف فرمائی اور آپ نے تین لاکھ احادیث میں سے اپنی جامع کا انتخاب فرمایا۔

حاجی خلیفہ وغیرہ نے صحیح مسلم کا نام "الجامع الصحیح" بیان کیا ہے اور بعض نے اسے "جامع" کہنے پر اعتراض کیا کہ "جامع" حدیث شریف کی اُس کتاب کو کہتے ہیں کہ جس میں تفسیر بھی ہے اور اِس میں تفسیر بہت کم ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نفسِ تفسیر کا ہونا لازم ہے قطع نظر اِس سے کہ وہ قلیل ہو یا کثیر۔

صحیح مسلم کی کُل احادیث کی تعداد میں اختلاف ہے ابو الفضل احمد بن مسلم نے یہ تعداد بارہ ہزار بتائی جبکہ ابو حفص نے آٹھ ہزار اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ حذف مکررات کے بعد "صحیح مسلم" میں بالاتفاق چار ہزار احادیث ہیں۔

"صحیح مسلم" کی تخریج میں بہت سی کُتب تصنیف کی گئی ہیں اور اِس کتاب کی شروح بھی کم نہیں ہیں جن میں امام نووی کی شرح "اکمال المعلم" "المفهم" اور "الدیباج" وغیرہا مشہور ہیں اور بعض علماء نے "صحیح مسلم" کو مختصر کیا اور بعض نے پھر اُن مختصرات کی شرح لکھی ہے۔

۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة و ردّ محدثات الأمور، برقم: ٤٥١٤/١٨۔ (١٧١٨)، ص٨٤٦

۲۷۔ مسند أبي داؤد الطّيالسي، ما أسند عبد الله بن مسعود، برقم: ٢٤٤، ١٣٠/١
أيضاً المعجم الكبرى للطبراني، برقم: ٨٥٨٣، ٢/٩، ١٢٣
أيضاً شرح السّنّة، كتاب الإيمان، باب ردّ البدع و الأهواء، برقم: ١٠٥، ١٨٦/١، ١٨٧
أيضاً المسند للإمام أحمد، ٣٧٩/١

اِس میں کوئی شک نہیں آپ نے اس سے مراد تمام مسلمان یا اُن میں سے جمہور (یعنی اکثر) مراد لئے ہیں اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: "اپنے اوپر سوادِ اعظم (۲۸) کو لازم پکڑو" (۲۹) پس اُس کا کوئی اعتبار نہیں کہ جسے بعض بظاہر خشوع کرنے والوں نے اختیار کیا ہے، واللہ اعلم بالضمائر والسرائر باوجود اس کے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تو تمہارے دلوں اور احوال کو دیکھتا ہے، (۳۰) پس اعتبار دل کا ہے جو حقیقت میں اللہ

أيضاً الإعتقاد للبيهقي، باب القول في أصحاب رسول الله ﷺ و على آله و رضي عنهم، ص ١٨١
أيضاً كشف الأستار، كتاب العلم، باب الإجماع، برقم: ١٣٠، ٨١/١
أيضاً مجمع الزّوائد، كتاب العلم، باب الإجماع، برقم: ٨٣٢، ٢٤١/١

یاد رہے کہ مُلّا علی قاری کا اِس حدیث ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب مسلمانوں کی اکثریت حالتِ طواف میں ہاتھ چھوڑنے کو ہی اچھا جانتی ہے تو یہ ہاتھ چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے۔

اسی طرح اُمت کی اکثریت تقلیدِ ائمہ اربعہ کو اچھا جانتی ہے تو یہ عند اللہ بھی اچھی ہے، اِسی طرح مسلمان حضور ﷺ کے ذکرِ میلاد اور آپ کی نعت کو اچھا جانتی ہے تو یہ عند اللہ بھی اچھا ہے، اِسی طرح مسلمان مزاراتِ صحابہ واہلِ بیت وصلحاءِ اُمت پر گنبد کو اچھا جانتے ہیں لہٰذا یہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔

۲۸۔ سوادِ اعظم سے مراد بڑا گروہ ہے اور وہ اہلسنّت وجماعت ہیں۔

۲۹۔ سُنَن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب السّواد الأعظم، برقم: ٣٩٥٠، ٣٦٧/٤

۳۰۔ صحيح مسلم، كتاب البرّ و الصّلة، باب تحريم ظلم المسلم إلخ، برقم: ٦٦٣٥/٣٣۔ (٢٥٦٤)، ص١٢٧٠
أيضاً سُنَن ابن ماجة، كتاب الزّهد، باب القناعة، برقم: ٤١٤٣، ٤٨٥/٤
أيضاً المسند للإمام أحمد، ٢٨٥/٢

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے نہ کہ خالی خشوع کی ہیئت جو ریا وسُمعہ سے پُر ہو، پس چاہئے کہ

أيضاً المعجم الكبير للطّبراني، برقم: ٨٥٨٢، ١١٢/٩

أيضاً كنز العمّال، الباب الأوّل فى الأخلاق، برقم: ٥٦٥٩، ١٢/٣/٢

أيضاً الجامع الصّغير للسّيوطى، حرف الهمزة، برقم: ١٨٣٢، ص ١١٤

قاضی عیاض اس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اُس کی رؤیت ہے تا کہ وہ اُسے اس پر جزاء اور ثواب عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اور اُس کی رؤیت ہر شئی کو محیط ہے اور اس سے یہاں مراد خصوصاً اُس کا جزا و ثواب مرحمت فرمانا ہے اور یہ تمام نیتوں اور مقاصد کی طرف اشارہ ہے۔(إكمال المعلم، كتاب البرّ والصّلة، باب تحويم ظلم المسلم الخ، برقم: ٣٣۔ (٢٥٦)، ٣١/٨)

اس حدیث شریف کے تحت علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالهادی سندھی حنفی متوفی ١١٣٨ھ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا فرمان ''لیکن وہ تمہارے دلوں اور احوال کو دیکھتا ہے'' کا مطلب ہے کہ پس تم اپنے اعمال قلوب کو درست کرلو اپنی ہمت بدن اور حال سے متعلق نہ کرو۔(حاشية السّندى على السُّنَن لابن ماجة كتاب الزّهد، باب القناعة، برقم: ٤١٤٣، ٤٨٥/٤)

اور بعض لوگ اس حدیث شریف سے استدلال کرتے ہیں کہ فعل کا محل دل ہے اس سے وہ اعمال ظاہری کی نفی کرتے ہیں اور طہارت ظاہری کا انکار، عبادت ظاہری کا انکار سب کا منشا یہی باطل استدلال ہے پھر نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ روزہ رکھتے ہیں اور نہ ہی دیگر فرائض وواجبات پر عمل پیرا ہوتے ہیں سب کام دل سے ہی کرتے ہیں جبکہ کھانا پینا ظاہری اعضاء سے کرتے ہیں، چاہئے تو یہ کہ وہ جب سب کام دل سے ہی کرتا ہیں تو یہ بھی دل سے ہی کرلیا کریں پھر دیکھیں وہ کتنے دن زندہ رہتے ہیں اس لئے یہ استدلال ہرگز درست نہیں۔

حضور ﷺ کا یہ فرمان صرف عمل بالاخلاص کی ترغیب کے لئے ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے'' اس میں ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اس سے ظاہر ہے کہ فعل الگ ہے کہ جس کا محل اعضاء ہیں اور نیت الگ ہے کہ جس کا محل قلب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرح طواف کرے جب کہ آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دکھاتے ہیں پس ہمارے ایک کو اپنے دائیں سے بائیں کا ادراک نہیں ہوتا (٣١) اور اُس کے سوا کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور وہ مقام احسان میں اُس سے متّصف ہوتا ہے کہ جس کی تفسیر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمائی جب کہ فرمایا (٣٢) کہ

ہے یعنی نیت وہ عمل ہے کہ جس محل دل ہے لہٰذا فعل اعضاء سے پایا جاتا ہے اور نیت دل سے اور عمل وہی مقبول ہوتا ہے جس سے مقصد رضائے الٰہی ہو اور وہ عمل کہ جس سے رضائے خداوندی کا قصد نہ کیا جائے وہ عنداللہ مقبول نہیں کہ اس پر ثواب نہیں دیا جاتا جیسے نیت کے بغیر وضو قربت واقع نہیں ہوگا۔(الهداية، كتاب الطهارات، تحت قوله: ويستحب للمتوضئ الخ ١۔٢/١٦)

اور جب قُربت واقع نہ ہوا تو اُس پر ثواب نہیں ملے گا اور پھر بعض اعمال ایسے ہیں کہ جن میں اگر نیت نہ پائی جائے تو عبادت اور عادت میں تمیز نہیں ہوتی جیسے نماز چنانچہ علامہ مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں نماز کی ابتداء قیام کے ساتھ ہے اور قیام عادت اور عبادت کے مابین متردد ہے لہٰذا نیت کے بغیر تمیز واقع نہیں ہوگی۔(الهداية، كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة التى تتقدّمها، تحت قوله: وينوى الصلاة الخ، ١۔٢/٥٥)

٣١۔ جامع العلوم و الحكم، الحديث الثّانى، فصل: و أما الإحسان إلخ، ص ٥٠، و فيه: خطب عروة الزبير إلى ابن عمر ابنته و هما فى الطّواف فلم يجبه، ثم لقيه بعد ذلك فاعتذر إليه، و قال: كنّا فى الطّواف نتخايل الله بين أعيننا" أخرجه أبو نعيم وغيره

اور مُلّا علی قاری کے اس رسالہ میں مذکور حدیث اُس حدیث کا جُز ہے جسے اُن حدیث سے شمار کیا گیا ہے جنہیں ''جوامع الکلم'' کہا جاتا ہے جیسا کہ حافظ ابن رجب حنبلی نے اسے پچاس ''جوامع الکلم'' احادیث کی فہرست میں دوسرے نمبر پر لکھا ہے (جامع العلوم والحكم، الحديث الثانى، ص ٣٣) اسی طرح امام نووی شافعی نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ یہ حدیث ''جوامع الکلم'' سے ہے یاد رہے کہ ''جوامع الکلم'' اُس حدیث مبارکہ کو

................................''تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا کہ وہ

کہا جاتا ہے کہ جس کے کلمات تھوڑے ہوں اور معانی کثیر ہوں اور اس حدیث شریف کو ''حدیث جبریل'' بھی کہتے ہیں کمافی "جامع العلوم والحکم" اور اسے ''اُمّ الأحادیث'' بھی کہا گیا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے اپنی کتاب "بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ" میں سن نو ہجری کے واقعات میں لکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اِسی سال (یعنی ۹ھ میں لوگوں کو تعلیم کیلئے دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ سے ایمان، اسلام، احسان قیامت اور علاماتِ قیامت کے بارے میں دریافت کیا، "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" میں یہ حدیث شریف تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اور اس حدیث مبارکہ کو "اُمّ الأحادیث" کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ایمان اور اسلام کے بیان پر مشتمل ہے اور لکھتے ہیں کہ حضرت جمال الدین نے "روضۃ الأحباب" میں لکھا ہے کہ لوگوں کی تعلیم کیلئے حضرت جبریل علیہ السلام سن دس ہجری میں حاضر ہوئے اور مخدوم علیہ الرحمۃ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ ارشاد سن نو ہجری میں حضرت جبریل علیہ السلام کے جواب میں فرمایا۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے جب پوچھا کہ مجھے احسان کے بارے میں بتلایئے تو حضور ﷺ نے فرمایا ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اِس حال میں کرو گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اِس حال کو نہ پاسکو تو اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے''

حضرت جبریل علیہ السلام نے پہلے ایمان و اسلام کے بارے میں معلوم کیا پھر احسان کے بارے میں سوال کیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ مرتبہ کسی شخص کو اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب اُس میں ایمان و اسلام دونوں پائے جائیں کہ وہ دل سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی تصدیق کرتا ہو جو اپنے اعمال و افعال سے اُس کا اظہار کرتا ہو اور جس کے اعمال اس دور خلوص پایا جاتا ہو وہ اُس کی تصدیق قلبی کے آئینہ دار ہوں۔

حافظ ابن رجب حنبلی نے لکھا کہ حضور ﷺ کا فرمان ''اگر تم اُسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے'' کے بارے میں کہا گیا کہ یہ اول کی تعلیل ہے (اور اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت

تجھے دیکھ رہا ہے'' (۳۳) اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں اپنا مراقبہ اور آخرت میں مشاہدہ نصیب

اس حال میں کرو گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو) بیشک تو بندہ ہے جب عبادت میں اُس کے مراقبہ، بندے سے اس کے قُرب کے استحضار کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ گویا بندہ اُسے دیکھ رہا ہے پس بندے کیلئے کبھی یہ حال مشکل ہوتا ہے تو وہ اِس حال کے حصول میں اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان سے مدد لے وہ اِس طرح کہ بیشک اللہ تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے اور اُس کے ہر در علانیہ، باطن و ظاہر پر مُطلع ہے بندے کے اَمر سے کچھ بھی اُس پر مخفی نہیں، پس جب یہ مقام متحقق ہو جائے گا تو اُس کے لئے دوسرے مقام (یعنی مقامِ اول) کی طرف منتقل ہونا آسان ہو جائے گا اور لکھتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بلکہ یہ اِس طرف اشارہ ہے کہ جس کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ اِس حال میں عبادت کرے گویا وہ اُسے دیکھ رہا ہے تو اُسے چاہئے وہ اِس طرح عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے اور اُس پر مُطلع ہے اور اسلاف میں سے بعض عارفین نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے مشاہدہ پر عمل کرتا ہے تو وہ ''عارف'' ہے اور جو عمل کرتا ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے تو وہ ''مخلص'' ہے اور اس میں دو مقامات کی طرف اشارہ ہے جس میں سے ایک مقام اخلاص ہے، وہ یہ ہے کہ بندہ اس کے استحضار کے ساتھ عمل کرے کہ اللہ تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے اُسے اُس کی اطلاع ہے اور وہ اُس سے قریب ہے، بندہ جب اپنے عمل میں اُسے حاضر کر لے گا اور اُس پر عمل کرے گا تو یہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف التفات سے مانع ہوگا (جامع العلوم والحکم، الحدیث الثانی فصل: وأما الإحسان الخ ص ۵۰، ۵۱) اور حضور ﷺ کے اس فرمان سے مقصود اخلاص فی العبادۃ ہے، ظاہر ہے کہ بندہ جب اِس طرح اپنے رَبّ کی عبادت کرے کہ اُس کے دل و دماغ میں یہ ہو کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے تو یقیناً اُس کی عبادت میں اخلاص پیدا ہوگا۔ ریا و [illegible] جیسی تمام مذموم صفات اُس سے دُور ہو جائیں گی اور اُس کی عبادت برباد ہو جانے سے محفوظ رہے گی اور اُسے [illegible] عبادت میں سرور حاصل ہوگا اور بندہ جب اس حالت میں اپنے رَبّ کی عبادت کرے گا تو وہ اُس عبادت کے آداب و خشوع و خضوع میں کمی کا اقدام نہیں اس طرح اُس کی عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوگی۔

۳۳۔ صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبیّ ﷺ عن الإیمان و

فرمائے اور ہمیں اُن لوگوں کے ساتھ جو نیکوکار ہیں اپنے مولا کی بارگاہ میں بہتر طریقے کے ساتھ صرف اپنے ربّ کی رضا چاہتے ہوئے جو سب سے بلند ہے، بلند مقام پر فائز فرمائے۔ (یہاں رسالہ مکمل ہوا)

مُلّا علی قاری "المَسلَكُ المُتقَسِّط" میں لکھتے ہیں مگر لوگوں میں سے بعض نے وہم کیا جس کے پاس نہ کوئی روایت ہے اور نہ اُسے درایت ہے کہ (طواف میں) نماز کی مانند ہاتھ باندھنا مستحب ہے پس یہ وہم نبی کریم ﷺ سے طواف میں ہاتھ چھوڑنے کا فعل جو تواتر سے ثابت ہے (٣٤) اُس سے غفلت کی وجہ سے پیدا ہوا۔ پس

الإسلام و الإحسان و علم السّاعة، برقم: ٥٠، ١/٢٥

أيضاً صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب فى بيان الإيمان و الإسلام و الإحسان، برقم: ٢/١ـ (٨)، ص٣٣ و باب الإيمان ما هو، و بيان خصاله، برقم: ٥/٦ـ (٩)، ص٣٤

أيضاً سُنَن أبى داؤد، كتاب السّنة، باب القدر، برقم: ٤٦٩٥، ٥/٤٨

أيضاً سُنَن الترمذى، كتاب الإيمان، باب ما جاء فى وصف جبريل للنبىّ ﷺ الإيمان و الإسلام، برقم: ٢٦١٠، ٣/٤٣٩

أيضاً سُنَن ابن ماجة، المقدمة، باب فى الإيمان، برقم: ٦٣، ٦٤، ١/٦٠، ٦١

أيضاً تحفة الأشراف، برقم: ١٠٥٧٢

٣٤۔ اس کے تحت قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ علامہ داملا آخوند جان سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اس میں یہ ہے کہ احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے سے خاموش ہیں اور مُلّا علی قاری ایسی کوئی حدیث نہیں لائے کہ جس میں ہاتھ چھوڑنے کی تصریح ہو تو کیسے کہا کہ یہ "تواتر" سے ثابت ہے۔ (إرشاد السّاری إلى مناسك الملاّ على القارى، باب أنواع الأطوفة و أحكامها، فصل: فى مستحبات الطّواف، تحت قوله: تواتر فعله ﷺ من الإرسال، ١٧٧)

جسے اُس کے ربّ نے ادب سکھایا (٣٥) اُس کے ادب سے بڑھ کر کوئی ادب مستحب نہیں ہے اور نہ ہی صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور اُن کے اتباع ائمہ اربعہ اور اُن کے اجماع سے اوپر کوئی ادب ہے، مستفید کے لئے اُن کے مناسک میں اِس کے ذکر کا نہ ہونا کافی ہے، پس بے شک اصل نفی ہے یہاں تک کہ ثبوت متحقق ہو (٣٦) برخلاف نماز میں ہاتھ باندھنے کے (٣٧) اس لئے کہ "صحیح بخاری" (٣٨) وغیرہ میں صحت کے

٣٥۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے "مجھے میرے ربّ نے ادب سکھایا" (الجامع الصغير للسيوطى، برقم: ٣١٠، ص٢٥۔ أيضاً كنز العمال، الباب الأول، الفصل الثالث، برقم: ١٨٩٢، ١١/٦/١٨٣)

٣٦۔ اس کے تحت قاضی حسین بن محمد سعید مکی علامہ داملا آخوند جان سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "اصل نفی ہے یہاں تک کہ ثبوت متحقق ہو" مُلّا علی قاری کو یہ قول نفع نہیں دے گا کیونکہ ہاتھ باندھنا اور ہاتھ چھوڑنا دونوں اِس میں برابر ہیں، اور ہاتھ چھوڑنا اگر متواتر ہوتا تو وہ اس کی طرف استدلال کے محتاج نہ ہوتے جو انہوں نے چھڑی ہاتھ میں ہونے اور خاص اور عام کے عمل کو ذکر کیا۔ (إرشاد السّارى إلى مناسك الملاّ على القارى، باب أنواع الأطوفة و أحكامها، فصل: فى مستحبات الطّواف، تحت قوله: تواتر فعله ﷺ من الإرسال، ١٧٧)

٣٧۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز میں اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے (سُنن الدّار قطنى، كتاب الصّلاة، باب أخذ الشمال باليمين فى الصّلاة، برقم: ١٠٨١، ١ـ٢/٢٨٧) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک سنّت سے ہے نماز میں ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔ (سُنن الدّار قطنى، كتاب الصّلاة، باب أخذ الشمال باليمين فى الصّلاة، برقم: ١٠٨٩، ١ـ٢/٢٨٩)

٣٨۔ صحيح البخارى، باب استلام الرُّكن بالمِحجَن، برقم: ١٠٦٧، ١/٣٩٧

ساتھ ثابت ہے، اُن میں سے جو نبی کریم ﷺ کے طواف میں ہاتھ نہ باندھنے پر دلالت کرتی ہیں وہ چھڑی کا آپ کے دستِ اقدس میں ہونا ہے، جو ہاتھ باندھنے کو ظاہراً مانع ہے، ہاں طواف کی نماز کے ساتھ عبادت ہونے کی حیثیت سے مشابہت کا تقاضا یہ ہے کہ اِس میں بھی ہاتھ باندھنا ہو، لیکن نبی کریم ﷺ نے اِس حیثیت سے کہ آپ نبی رحمت ہیں، اُمت سے حرج کو دفع کرنے کے لئے ایسا نہ کیا۔

اور وہ جو نبی اکرم ﷺ کے طواف میں ہاتھ نہ باندھنے پر دلالت کرتا ہے وہ خاص و عام کا اپنے طواف کی حالت میں ہاتھ چھوڑنے پر اتفاق ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی''۔(۳۹) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ م بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (۴۰)

اور اس سے ظاہر ہوا کہ کہا جائے کہ طواف میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ سنّت ماثورہ کے خلاف ہے اور اس کی نظیر وہ ہے جو طرابلسی نے فرمایا کہ چاہئے کہ سعی کے بعد مروہ پر نماز مکروہ ہو...... انتہی، پس اختراع کرنے والے بدعتی پر طواف میں ہاتھ باندھنے اور سعی کے بعد نماز کا کتاب و سنّت کی دلیل سے اثبات لازم ہے ورنہ مانع اور نافی دلیل کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ آدابِ بحث میں یہ ثابت ہے(۴۱)''

۳۹۔ اِس حدیث شریف کی تخریج ص 17 پر ملاحظہ ہو۔

۴۰۔ النساء: ۱۱۵/٤ ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کُھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جُدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

۴۱۔ جیسا کہ ''مناظرہ رشیدیہ'' وغیرہ میں ہے۔

پھر اس میں (٤٢) جو ریا، سُمعہ، غرور اور خود بینی، جاہلوں کی اقتداء ہے وہ مخفی نہیں ہے خصوصاً جب کہ وہ طالب علموں کی ہیئت اور صوفیہ کی صورت میں ہو۔(٤٣)

یہاں پر اس مسئلہ کے متعلق مُلّا علی قاری حنفی کی ''لُباب'' کی شرح ''المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط'' کی عبارت ختم ہوئی جسے قاری کے فائدے کے لئے اِس رسالہ کے ساتھ نقل کیا گیا اور یہ مسئلہ فقہ کی دیگر کُتُب خصوصاً مناسکِ حج کے عنوان سے لکھی گئی کُتُب میں مجھے نظر نہیں آیا، صرف مُلّا علی قاری حنفی نے اسے ''لُباب'' پر اپنی شرح میں اور ایک مستقل رسالہ کی صورت میں نقل کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے زمانے میں یہ مسئلہ پیش آیا ہوگا، رسالہ کی ابتداء میں آپ نے اس کا تذکرہ بھی کیا ہے، اس لئے آپ نے اِس پر قلم اُٹھایا اور اس فقیر نے مُلّا علی قاری کے مناسک حج کے بارے میں اور رسائل بھی ترجمہ کئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اس حقیر کی اس کاوش کو قبول فرمائے، آمین

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم دار الحدیث والافتاء

جامعۃ النور، جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

۴۲۔ یعنی حالتِ طواف میں ہاتھ باندھنے میں۔

۴۳۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة و أحكامها، فصل: فی مستحبات الطّواف، ص۱۷۷ تا ۱۷۹، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بیروت۔ و ص۲۲۷ تا ۲۳۰، مطبوعة: المكتبة الإمدادية، و ص۱۶۰ تا ۱۶۲، مطبوعة: إدارة القرآن

مآخذ ومراجع

١۔ إتقان مايحسُن الأخبار الواردة على الألسُن، للغزّى، نجم الدّين محمد بن محمد بن محمد، (ت ١٠٦١ھ)، تعليق الدّكتور يحي مراد، دارُ الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٥ھ۔٢٠٠٤م

٢۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، رتّبه الأمير علاء الدّين على بن بلبان الفارسى (ت٧٣٩ھ)، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الثّانية ١٤١٧ھ۔١٩٩٦م

٣۔ إرشاد السّارى إلى مناسك الملاّ على القارى، للقاضى حسين بن محمد سعيد المكى الحنفى (ت ١٣٦٨ھ)، تحقيق محمد طلحه بلال أحمد، المكتبة الإمدادية، مكة المكرّمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ۔ ٢٠٠٩م

٤۔ إرشاد السّارى إلى مناسك الملاّ على القارى، للقاضى حسين بن محمد سعيد المكى الحنفى (ت ١٣٦٨ھ)، دارُ الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ۔١٩٩٨م۔

٥۔ إرشاد السّارى إلى مناسك الملاّ على القارى، للقاضى حسين بن محمد سعيد المكى الحنفى (ت ١٣٦٨ھ)، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشى، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٧ھ

٦۔ الأشباه و النّظائر على مذهب أبى حنيفة النّعمان، لابن نجيم، الإمام زين الدّين بن إبراهيم بن محمد بن بكر الحنفى (ت ٩٧٠ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٣ھ۔ ١٩٩٣م

٧۔ أشعة اللمعات، للدّهلوى، الشيخ عبد الحق بن سيف الدّين المحدّث (ت١٠٥٢ھ)، كتب خانه مجيديه، ملتان

٨۔ اظهريه رشيديه شرح مناظره رشيديه، للعلّامة محمد ممتاز الأشرفى، مكتبة غوثيه، كراتشى

٩۔ الإعتقاد والهداية إلى سبيل الرّشاد، للبيهقى، الحافظ أبى بكر أحمد بن الحسين (ت٤٥٨ھ)، دارابن حزم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤ھ۔٢٠٠٣م

١٠۔ إكمال المعلم بفوائد المُسلم، للإمام الحافظ أبى الفضل عياض بن موسىٰ بن عياض اليحصبى (ت٥٤٤ھ)، تحقيق الدكتور يحيى إسماعيل، دارُ الوفاء، المنصورة، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ۔١٩٩٨م

١١۔ بهار شريعت، لصدر الشريعة محمد أمجد الأعظمى الحنفى (ت١٣٦٧ھ)، مكتبة المدينة، كراتشى

١٢۔ تاريخ بغداد مدينة الإسلام، الإمام أبو بكر احمد بن على الخطيب البغدادى (ت٤٦٣ھ)، تحقيق صدقى جميل العطارى، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٤م

١٣۔ تذكرة المحدّثين، للسعيدى، العلامة غلام رسول، فريد بك اسٹال، لاهور

١٤۔ تذكرةُ الحُفّاظ، للذّهبى، شمس الدّين محمد بن أحمد بن عثمان (ت٧٤٨ھ)، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ۔١٩٩٨م

١٥۔ التّعليقات السّاطعة، لعبد الرشيد بن عبد العزيز السّلفى، المكتبة السّعدية، خانيوال، الطّبعة الأولىٰ ١٣٩٥ھ۔ ١٩٧٥م

١٦۔ تهذيب التّهذيب، لابن حجر، الحافظ أحمد بن على العسقلانى (ت٨٥٢ھ)، تحقيق الشيخ خليل مأمون شيحا وغيره، دارالمعرفة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٧ھ۔١٩٩٦م

١٧۔ التّيسير بشرح الجامع الصّغير، للمُناوى، الحافظ زين الدّين عبد الرّؤوف بن تاج العارفين بن على الحدّادى (ت١٠٣١ھ)، مكتبة الإمام الشّافعى، الرّياض، الطّبعة الثّالثة ١٤٠٨ھ۔ ١٩٨٨م

١٨۔ الجامع الصّغير فى أحاديث البشير النّذير، للسيوطى، الإمام جلال الدّين أبى بكر الشّافعى (ت٩١١ھ) دارُ الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٣ھ۔٢٠٠٢م

١٩۔ جامع العلوم و الحكم فى شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم، لابن

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

رجب، زين الدّين و جمال الدّين، أبي الفرج عبد الرحمن ابن الشيخ المقرئ المحدّث شهاب الدّين أحمد (ت٧٩٥هـ)، تعليق عصام الدّين الصّبابطي، دار الحديث، القاهرة، الطبعة الثالثة ١٤١٨هـ- ١٩٩٧م

٢٠- الجامع وهو السُّنَن الترمذي، الإمام المحدّث أبي عيسى محمد بن عيسى بن سَورة (ت٢٩٧هـ)، تحقيق محمود محمد محمود حسن نصّار، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ- ٢٠٠٠م

٢١- جاء الحق، للنّعيمي، المفتي أحمد يارخان، نعيمي كتب خانه، غجرات

٢٢- حاشية السِّندي على السُّنَن لابن ماجة، للإمام أبي الحسن محمد بن عبدالهادي السِّندي، (ت١١٣٨هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٩هـ- ١٩٩٨م

٢٣- حاشية السِّندي على السُّنَن للنّسائي، للإمام أبي الحسن محمد بن عبدالهادي السِّندي، (ت١١٣٨هـ)، دارُ الفكر، بيروت، ١٤١٥هـ- ١٩٩٥م

٢٤- ردّ المحتار على الدّر المختار، للعلامة محمد أمين ابن عابدين الشّامي الحنفي (ت١٢٥٢هـ)، تحقيق عبد المجيد طعمه حلبي، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ- ٢٠٠٠م

٢٥- السّراج المنير شرح الجامع الصّغير في أحاديث البشير و النّذير، للعزيزي، المحدّث على بن أحمد بن محمد بن إبراهيم (ت١٠٧٠هـ)، مكتبة الإيمان، المدينة المنوّرة

٢٦- السُّنّة لابن أبي عاصم، الإمام أبي بكر أحمد بن عمر (ت٢٧٨هـ)، دار ابن حزم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ- ٢٠٠٤م

٢٧- سُنَن ابن ماجة، الإمام أبي عبدالله محمد بن يزيد القزويني (ت٢٧٣هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤١٩هـ- ١٩٩٨م

٢٨- سُنَن الدّارقطني، الإمام الحافظ على بن عمر (ت٣٨٥هـ)، تعليق مجدى بن منصور، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٧هـ-١٩٩٦م

٢٩- سُنَن الدّارمي، الإمام أبي محمد عبدالله بن عبدالرحمٰن التّيمي السمرقندي (ت٢٥٥هـ)، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٧هـ-١٩٩٦م

٣٠- السُّنَنُ الكبرىٰ، للبيهقي، الحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين (ت٤٥٨هـ)، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م

٣١- سُنَن النّسائي، الإمام أبي عبدالرحمٰن أحمد بن شعيب الخراساني (ت٣٠٣هـ) دارُ الفكر، بيروت، ١٤١٥هـ- ١٩٩٥م

٣٢- سُنَن أبي داوٗد، الإمام أبي داوٗد سليمان بن لأشعث السّجستاني الأزدي، (ت٢٧٥هـ)، دار ابن حزم، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤١٨هـ- ١٩٩٧م

٣٣- سِيَرُ أعلام النُّبلاء، للذهبي، الإمام شمس الدّين محمد بن أحمد بن عثمان (ت٧٤٨هـ)، تعليق محمد أيمن الشّبراوي، دار الحديث، القاهرة ١٤٢٧هـ- ٢٠٠٦م

٣٤- شذرات الذّهب في أخبار من ذهب، لابن العماد، الإمام أبي الفلاح عبد الحيّ بن محمد العكري الحنبلي الدّمشقي (ت١٠٨٩هـ)، تحقيق عبد القادر الأرناؤوط و محمد الأرناؤوط، دار ابن كثير، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٣هـ- ١٩٩٣م

٣٥- شرح بَدءِ الأمالي، للرّازي، الإمام أبي بكر أحمد بن على الحنفي (ت٣٧٠هـ)، تحقيق أبي عمرو الحسيني بن عمر بن عبد الرحيم، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ- ٢٠٠١م

٣٦- شرح صحيح مسلم، للنّووي، للإمام أبي زكريا يحيىٰ بن شرف الدّمشقي الشّافعي، (ت٦٧٦هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ- ٢٠٠٠م

٣٧- شرحُ السُّنّة، للبغوي، الإمام أبي محمد الحسين بن مسعود (ت٥١٦هـ)، تحقيق وتعليق الشيخ على محمد والشيخ عادل أحمد، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م

٣٨- الشّذرة في الأحاديث المشتهرة، للصّالحي، العلاّمة محمد بن طولون

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

(ت٩٥٣ھ)، تحقيق كمال بن بسيوني زغلول، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٣ھ۔١٩٩٣م۔

٣٩۔ صحيح البخاري، الإمام أبي عبدالله محمد بن إسماعيل الجعفي، (ت ٢٥٦ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨ء

٤٠۔ صحيح مسلم، الإمام أبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النّيسابوري، (ت ٢٦١ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م

٤١۔ العجالة النّافعة، للدّهلوي، سراج الهند الشّاه عبد العزيز المحدّث (ت١٢٣٩ھ)، المكتبة السّعدية، خانيوال (پاكستان)، الطّبعة الأولىٰ ١٣٩٥ھ۔ ١٩٧٥م

٤٢۔ فيض القدير شرح الجامع الصّغير، للمُناوي، الحافظ زين الدّين عبد الرّؤوف بن تاج العارفين بن علي الحدّادي (ت١٠٣١ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠١م

٤٣۔ كتاب الزّهد الكبير، للبيهقي، الحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين (ت٤٥٨ھ)، تحقيق الشيخ عامر أحمد حيدر، مؤسّسة الكتب الثقافية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٠٨ھ۔ ١٩٨٧م

٤٤۔ كشف الظّنون عن أسامي الكتب والفنون، للمؤرّخ مصطفىٰ بن عبدالله الشّهير بحاجي خليفة وبكاتب جلبي، مؤسّسة التاريخ العربي

٤٥۔ كشفُ الأستار عن زوائد البزّار على الكتب السّتّة، للهيثمي، الحافظ نور الدّين علي بن أبي بكر بن سليمان المصري (ت٨٠٧ھ)، تحقيق حبيب الرّحمٰن الأعظمي، مؤسسة الرّسالة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٣٩٩ھ۔١٩٧٩م

٤٦۔ كنزُ العمّال في سُنَن الأقوال والأفعال، للعلّامة علاؤ الدّين عليّ المتّقي بن حسام الدّين الهنديّ (ت٩٧٥ھ)، تحقيق محمود عمر الدّمياطي، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الثّانية ١٤٢٤ھ۔٢٠٠٤م

٤٧۔ كشفُ الخفاء و مُزيل الإلباس، للإمام الشّيخ إسماعيل بن محمد بن

عبدالهادي الجراحي العجلوني الشّافعي (ت١١٦٢ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠١م

٤٨۔ مجمعُ الزّوائد ومنبع الفوائد، للهيثمي، الحافظ نورالدّين علي بن أبي بكر بن سليمان المصري (ت٨٠٧ھ)، تحقيق محمد عبدالقادر أحمد عطاء، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ۔٢٠٠١م

٤٩۔ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، للعلّامة الشّيخ علي بن سلطان محمد القاري الشهير بملا علي القاري (ت١٠١٤ھ)، تحقيق الشّيخ جمال عيتاني، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ۔٢٠٠١م

٥٠۔ المُستدرَك على الصّحيحَين، للحاكم، الإمام أبي عبدالله محمد بن عبدالله النّيسابوري، (ت٤٠٥ھ)، تحقيق الدّكتور محمود مَطرجيّ، دارُالفكر، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ۔٢٠٠٢م

٥١۔ المُستدرَك على الصّحيحَين، للحاكم، الإمام أبي عبدالله محمد بن عبدالله النّيسابوري، (ت٤٠٥ھ)، دارُالمعرفة، بيروت، الطّبعة الثّالثة ١٤٢٧ھ۔٢٠٠٦م

٥٢۔ المَسْلَكُ المُتقسِّط في المنسك المتوسط، للعلّامة الملّا علي بن سلطان محمد القاري الحنفي (ت١٠١٤ھ)، تحقيق محمد طلحه بلال أحمد، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ۔٢٠٠٩م

٥٣۔ المَسْلَكُ المُتقسِّط في المنسك المتوسط، للعلّامة الملّا علي بن سلطان محمد القاري الحنفي (ت١٠١٤ھ)، دارُ الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ۔١٩٩٨م

٥٤۔ المَسْلَكُ المُتقسِّط في المنسك المتوسط، للعلّامة الملّا علي بن سلطان محمد القاري الحنفي (ت١٠١٤ھ)، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٧ھ

٥٥۔ مشكاة المصابيح، للتبريزي، الشّيخ ولي الدّين أبي عبدالله محمد بن عبدالله الخطيب (ت٧٤١ھ)، تحقيق الشيخ جمال عيتاني، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤ھ۔٢٠٠٣م

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

٥٦۔ المُعجم الأوسط، للطّبرانی، الإمام الحافظ أبی القاسم سُلیمان بن أحمد بن أیوب اللّخمیّ (ت ٣١٠ ھ)، تحقیق، محمد حسن محمد حسن إسماعیل الشافعی، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ۔١٩٩٩م

٥٧۔ معجم البُلدان، للحموی، الإمام شهاب الدّین أبی عبد الله یاقوت بن عبد الله الرّومی البغدادی (ت٦٢٦ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت

٥٨۔ المُعجم الکبیر، للطّبرانی، الإمام الحافظ أبی القاسم سُلیمان بن أحمد بن أیوب اللّخمیّ (ت ٣١٠ ھ)، تحقیق حمدی عبدالمجید السلفی، دارأحیاء التّراث العربی، بیروت

٥٩۔ المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الأحادیث المشتهرة علی الألسنة، للسّخاوی، شمس الدّین محمد بن عبدالرّحمٰن (ت ٩٠٢ ھ)، دارُالکتب العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ۔٢٠٠٤م

٦٠۔ مقدمة فی الحدیث النّبوی وعلومه، للدّکتور محمود مَطرجیّ، دارُالفکر، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ۔٢٠٠٢م

٦١۔ مُسند أبی داوٗد الطّیالسی، الإمام سلیمان بن الجارود (ت٢٠٤ھ)، تحقیق محمد حسن محمد حسن إسماعیل الشّافعی، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ۔٢٠٠٤م

٦٢۔ المُسنَد للإمام أحمد بن حنبل الشّیبانی، (ت ٢٤٠ھ)، المکتب الإسلامی، بیروت

٦٣۔ المُنتقی، لابن الجارود، الإمام أبی محمد عبداللّٰه بن علی النّیسابوری (ت٣٠٧ھ)، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ۔١٩٩٧م

٦٤۔ وفیات الأعیان و أنباء أبناء الزّمان، لابن خلکان، لأبی العباس أحمد بن محمد (ت ٦٨١ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ۔١٩٩٧م

٦٥۔ الهدایة شرح بدایة المبتدی، للمرغینانی، الإمام أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت ٥٩٢ھ)، دارالأرقم، بیروت

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان